ماھنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۱۴	ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ ۔ مئی ۲۰۰۶ء	شمارہ : ۱

سیّد محمود میاں	**سیّد مسعود میاں**
مدیر اعلیٰ	نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات......سالانہ ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش...............سالانہ ۱۲ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ...............سالانہ ۱۴ ڈالر

امریکہ...............سالانہ ۱۶ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310

فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662

رہائش "بیت الحمد" : 092 - 42 - 7726702

- موبائل : 092 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۵
یزید کے متعلق سوالات اور......	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۱۲
حضرت فاطمہؓ کے مناقب	حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی ؒ	۲۲
توہینِ رسالت ﷺ	حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب	۲۷
حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی ؒ ...	حضرت مولانا مفتی سیّد محمد مظہر صاحب	۳۴
مکتوبات مولانا اعزاز علی صاحب ؒ	حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب	۴۰
نبوی لیل و نہار	حضرت مولانا سعد حسن صاحب ؒ	۴۸
عورتوں کے عیوب اور اَمراض	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی ؒ	۵۲
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۵
دینی مسائل		۶۱
اخبار الجامعہ		۶۳

آپ کی مدتِ خریداری ماہ.............................ختم ہوگئی ہے آئندہ رسالہ

جاری رکھنے کے لیے مبلغ.............روپے جلد اِرسال فرمائیں۔(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد !

گزشتہ ماہ ۱۲؍ربیع الاوّل کے موقع پر سنی تحریک کی جانب سے کراچی کے نشتر پارک میں جلسہ منعقد کیا جارہا تھا کہ اچانک ایک طاقتور بم دھماکہ ہوا جس میں ساٹھ سے زیادہ قیمتی جانوں کا نقصان ہوگیا جبکہ تین سو سے زیادہ افراد زخمی ہوگئے۔ اِس حادثہ کے بعد ملک بھر میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور ملک کے بڑے بڑے شہروں میں سوگ منایا گیا اور ہڑتالیں ہوئیں۔

مذہبی نوعیت کے پر امن جلسہ میں اِس نوعیت کا حادثہ ملکی تاریخ کا بدترین واقعہ ہے۔ حکومت تاحال اِس کے ذمہ داروں کا سراغ نہیں لگا سکی ہے بلکہ اپنے سے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے پہلے ہی دن سے اِس کو خودکش حملہ قرار دے کر گلوخلاصی کی کوشش کی جارہی ہے۔ حالانکہ کسی بھی صورت میں حکومت کے لیے اتنے بڑے حادثہ سے گلوخلاصی ممکن نہیں ہے۔ حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ جلد از جلد اِس حادثہ کے ذمہ داروں کا سراغ لگا کر اُن کو قرارِ واقعی سزا دے، بصورتِ دیگر مستعفی ہوجائے۔ اس لیے کہ کسی بھی حکومت کی اولین ذمہ داریوں میں امن وامان، عوام کے جان ومال کا تحفظ اور فوری عدل وانصاف کی فراہمی جیسے اُمور سرفہرست ہوتے ہیں۔ اِن امور پر عملدرآمد نہ ہونے کی صورت میں حکومت کی نااہلی ثابت ہوجاتی ہے۔ لٰہذا اِس کے لیے اسی میں عافیت ہے اور ملک وقوم کا بھی بھلا ہے کہ وہ اپنی نااہلی کو تسلیم کرتے ہوئے مستعفی ہوجائے۔

موجودہ دَور میں مذہبی قوتیں جس طرح امریکہ اوراُس کے دیگر اتحادیوں کی آنکھوں کا خار ہیں اسی طرح ملکی مقتدر اِدارے بھی اِن سے عداوت رکھتے ہیں، اس لیے مذہبی قوتوں کا اتحاد اوران کی مضبوطی ان کے لیے ناقابلِ قبول ہے۔ اِن کی ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے اور ہے کہ ان قوتوں میں غلط فہمی پیدا کر کے ان کو کمزور کر دیا جائے تاکہ اندرونِ ملک مذہب دشمن حکمران اپنے مذموم مقاصد کو بلا روک ٹوک عملی جامہ پہنا سکیں جبکہ ایران پر حملہ کے لیے پر تولنے والے امریکہ بہادر کی بھی یہی کوشش اور خواہش ہے کہ خطہ میں موجود مذہبی جماعتوں کو کچل دیا جائے یا کم از کم اُن میں انتشار پیدا کر دیا جائے۔

اِن حالات کی روشنی میں یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اس حادثہ کے پیچھے ملکی ایجنسیوں یا سی آئی اے اور موساد کا خفیہ ہاتھ کار فرما ہے۔ اِن نازک حالات کا تقاضہ ہے کہ اِس موقع پر مذہبی جماعتیں اتحاد کے منافی کسی بات پر ہرگز کان نہ دھریں اور اپنی صفوں میں نظم وضبط اور اتحاد کو قائم رکھتے ہوئے سامراجی عزائم کو خاک میں ملا دیں۔

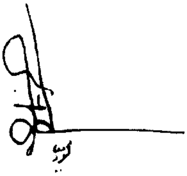

درسِ حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر شام 5:30 بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا　　درسِ حدیث　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

حضرت سعدؓ کی دُعاء قبول ہو جاتی تھی۔ اِن کی مخالفت کرنے والے کا انجام
حضرت علیؓ سے بیعت کرنے میں تاخیر کی مگر محاذ آرائی نہیں کی
حضرت معاویہؓ کے سامنے حضرت علیؓ کی تعریف

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۴۹ سائیڈ بی (۲۶-۷-۱۹۸۵)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

حضرت آقائے نامدار ﷺ کے صحابہ کرام حضرت ابن مسعود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت حذیفہ، حضرت سعد ابن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم) کا ذکر تھا۔ جب عراق وغیرہ کی فتوحات ہوئیں تو یہ آبادی حضرت عمرؓ نے تشکیل دی، اِس شہر کو بسایا، آبادی بھی بڑی ہوگئی، اُن کے زمانے میں ایک لاکھ اِس کی آبادی تھی۔ یہ حضرات وہاں رہتے رہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں گذشتہ درس میں بات ہو چکی ہے۔

نبی علیہ السلام کے ماموں......... تیر انداز، نشانہ باز :

حضرت سعد ابن مالکؓ یہ آقائے نامدار ﷺ کے رشتہ کے ماموں بھی ہوتے ہیں، اور ایک دفعہ

جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دیکھو یہ میرے ماموں ہیں ایسا کسی کا ماموں ہو تو دکھائے۔ یہ تیر اندازی اور نشانے کے ماہر تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے اِن کو دُعا دی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ سے یہ کلمات نہیں سنے جو کلمات آپ نے حضرت سعدؓ کے بارے میں استعمال فرمائے کہ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ یہ جملہ جو ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے کسی اور کے بارے میں کبھی نہیں سنا کہ آپ نے یہ استعمال فرمایا ہو۔

ماموں کو دُعا :

ایک دفعہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کو دُعا دی اَللّٰھُمَّ اَجِبْ دَعْوَتَهٗ وَسَدِّدْ سَهْمَهٗ اَوْکَمَا قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنکی دُعا قبول کر اور اِن کا تیر نشانے پر لگا۔ ایک دفعہ دُعا دی کہ اَللّٰھُمَّ اَجِبْ دَعْوَتَ سَعْدٍ اِذَا دَعَاكَ اَوْکَمَا قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ جب بھی یہ دُعا کریں اِن کی دعا قبول فرما، تو اِن کے بارے میں لوگ اور صحابہ کرامؓ جانتے تھے کہ اِنکی دُعا قبول ہوتی ہے تو حضرت ابوہریرہؓ نے بھی یہی کہا اَلَیْسَ فِیْکُمْ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ مُجَابُ الدَّعْوَةِ سعد ابن مالکؓ جن کی دُعا اللہ کے یہاں قبول ہوتی ہے کیا وہ نہیں ہیں تم میں (یعنی کوفہ میں)۔

یہ پہلے اسلام لانے والوں میں تھے :

اور حضرت سعد ابن مالکؓ یہ مسلمان ہوئے بہت پہلے، شروع میں اسلام لانے والے حضرات میں ہیں۔ تو ایک رشتہ داری ہوئی اور اسلام شروع میں لائے اور وہ فرماتے ہیں کہ میں اُس وقت اسلام لایا ہوں کہ اُس وقت تک صرف تین مسلمان ہوئے تھے، تیسرا میں تھا۔ چوتھا آدمی ایک ہفتہ بعد ہوا ہے تو ایک ہفتہ ایسا گزرا ہے کہ میں اسلام کا ایک تہائی تھا۔

حضرت سعدؓ کی مشقتیں اور شرارتی لوگوں کے طعنے :

کچھ لوگوں نے باتیں بنائی تھیں۔ کچھ شرارتی لوگ تھے انہوں نے کچھ حرکتیں کیں تو اُس کے جواب میں انہوں نے اظہار فرمایا اور فرمایا کہ ہمیں جو مشقت گزری ہے تنگیاں جو گزری ہیں اُن میں یہ حال تھا کہ ہم ورق......... کھاتے تھے۔ درختوں کے پتے کھاتے تھے، اُن پر گزارا کر لیتے تھے اور ہماری اجابت (انسانی فضلہ) جو ہوتی تھی وہ بس مینگنیاں ہوتی تھیں۔ آقائے نامدار ﷺ کے جو دس صحابہ ہیں جنہیں عشرہ

مبشرہ کہا جاتا ہے اُن میں اِن کا اسم گرامی ہے۔ سعد ہیں، سعید ابن زید ہیں یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی بھی ہیں، حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح ہیں، حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف ہیں، حضرت طلحہ ہیں، حضرت زبیر ہیں اور چاروں خلفاء ہیں (رضی اللہ عنہم)۔ یہ دس ''مُبَشَّرَۃٌ بِالْجَنَّۃِ'' عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب فتوحات ہوگئیں تو کوفہ بسایا اور کوفہ کا اِن کو حاکم (گورنر) مقرر کر دیا۔

نماز گورنر پڑھاتے تھے اور اُس کا فائدہ :

اور قاعدہ یہی تھا کہ جو حاکم ہو نماز وہ پڑھاتا ہے۔ تو اب بھی یہی قاعدہ ہے ہونا بھی یہی چاہیے کہ جو گورنر یا حکام ہیں وہ نماز پڑھائیں [1] شاہی مسجد (لاہور) میں نماز پانچوں وقت کی بھی پڑھائے، جمعہ کی بھی پڑھائے، لوگوں کو ملنا جلنا آسان ہو جاتا ہے، انصاف خود بخود ہوتا رہتا ہے (ماتحت افسروں کو ڈر رہتا ہے) کہ کوئی شکایت نہ پہنچنے پائے گورنر کو۔ اِسلام میں لوگوں سے (حکام کے) اِختلاط پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

حضرت سعدؓ کی طلبی اور حضرت عمرؓ سے گفتگو :

اب شرارتی لوگوں نے حضرت سعدؓ کے خلاف کچھ شکایتیں کیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلالیا اُن کو اور اِن سے پوچھا آپ کے خلاف یہ شکایت مجھے ملی ہے کہ صحیح طرح نماز نہیں پڑھاتے۔ اِنہوں نے کہا یہ بات تو نہیں ہے اِنِّیْ لَاُصَلِّیْ بِھِمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جو جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا اُس طریقہ پر پڑھاتا ہوں نماز۔ اِنِّیْ لَاَرْکُدُ بِھِمْ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَاُحْذِفُ فِی الْاُخْرَیَیْنِ ا۔ دو جو پہلی ہیں وہ میں ٹھہر کر پڑھتا ہوں جو اگلی ہوتی ہیں دو اُنہیں میں بہت مختصر پڑھتا ہوں۔ تو اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے ذَاکَ الظَّنُّ بِکَ یَا اَبَا اِسْحَاقَ میرا گمان تمہارے ساتھ یہی ہے۔

حضرت عمرؓ اور معاملہ کی تحقیق، مثال سے وضاحت :

اور گمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہر ایک کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا تھا۔ آپ کو پہلے پتا چلا ہوگا یا شاید سنا ہو۔ ایک دفعہ دریافت کیا کہ ابوموسٰی اشعری کہاں ہیں؟ بلایا گیا اُنہیں، وہ آئے اور پھر چلے گئے۔ حضرت عمرؓ کا ذہن جب اپنے کام سے فارغ ہوا تو پوچھا کہ مجھے آواز آئی تھی اُن کی، کہاں ہیں وہ؟ اُنہوں نے کہا وہ آئے تھے اور چلے

[1] بشرطیکہ باعمل ہو، بدعمل ڈاڑھی مونڈوں کے لئے امامت کرانا جائز نہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے کسی بات پر موجودہ وزیراعظم شوکت عزیز صاحب سے پوچھا کہ آپ کو نماز آتی ہے تو انہوں نے اِرشاد فرمایا کہ نہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) (محمود میاں غفرلہٗ)

گئے۔ پھر بلا لیا۔ کہنے لگے میں نے بلایا تھا، کہاں چلے گئے تھے؟ مطلب یہ تھا کہ ٹھہرتے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں آیا میں نے سلام کیا تین دفعہ، جواب نہیں آیا تو میں چلا گیا۔ کہا یہ کیا کیا تم نے۔ انہوں نے کہا ہمیں تو ایسے ہی یاد ہے، رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اِسی طرح تھی کہ تین دفعہ اجازت لو، اگر نہ دے کوئی گھر والا اجازت تو واپس چلے جاؤ، سمجھ لو کہ وہ کسی ایسے کام میں مصروف ہے کہ وہ نہیں آسکتا۔ اور ٹیلی فون کا بھی یہی ہونا چاہیے، گھنٹی کا بھی یہی ہونا چاہیے۔ نہیں اُٹھا سکتا کوئی، ہاں اگر کوئی کہہ دے کہ دیر تک بجانا گھنٹی مجھے آنے میں دیر لگتی ہے تو الگ بات ہے، ورنہ قاعدہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ تو اِس میں یہ ہے کہ کوئی آدمی سو بھی رہا ہے اگر تو یہ نہیں ہوگا کہ وہ اُٹھ کر بیٹھ جائے، پریشان ہو بہت زیادہ۔ ہاں کوئی اہم بات ہو تو الگ بات ہے ورنہ قاعدہ یہی ہے۔ اور برا بھی نہیں ماننا چاہیے یہ بھی آگیا ہے حدیث شریف میں، قرآن پاک میں۔ اگر کوئی نہ مل سکے تو پھر تم واپس چلے جاؤ یہی آتا ہے۔ تو حضرت ابوموسیٰؓ نے جب یہ بات کہی تو حضرت عمرؓ کہنے لگے لاؤ گواہ اور بھی جس نے یہ تعلیم سنی ہو تو یہ گواہ لائے، بغیر دوسرے آدمی کے انہوں نے ہر صحابی کی حدیثوں پر اطمینان بھی نہیں کیا لیکن حضرت سعدؓ پر بڑا اطمینان تھا۔

حضرت سعدؓ پر اعتماد کی ایک اور مثال :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ ہیں جو بہت اتباعِ سنت کرتے ہیں، صحابی ہیں خود بھی۔ غزوۂ خندق جو تھا، غزوہ خندق میں وہ شامل ہوئے ہیں اُس سے پہلے جو غزوات تھے اُن میں وہ چھوٹے تھے، نہیں شامل ہو سکے۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے انہیں دیکھا کہ یہ موزوں پر مسح کر رہے ہیں خفین پر، تو اِن سے پوچھا انہوں نے کہا ٹھیک ہے یہ سنت ہے۔ انہیں اطمینان نہیں ہوا تو پھر انہوں نے کہا کہ اپنے والد سے پوچھ لینا ملو گے تو۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب ملنا ہوا تو یہ بات پوچھی تو انھوں نے انہیں فرمایا کہ جب سعد نبی علیہ السلام سے کوئی بات بیان کریں کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے کی ہے یا فرمائی ہے تو پھر کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے مت پوچھو کسی اور سے اِذَا حَدَّثَکَ شَیْئًا سَعْدٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا تَسْئَلْ عَنْہُ غَیْرَہٗ تو بہت زیادہ اطمینان تھا اِن پر۔

تفتیشی افسر کی کوفہ روانگی :

پھر اِن کے ساتھ آدمی بھیج دیئے مزید تفتیش کے لیے بالکل ضابطہ کی بات جو تھی وہ پوری ہی کی ہے انہوں نے۔ تفتیش کے لیے آدمی بھیجا وہ گیا، وہ ہر جگہ پوچھتا رہا، کسی جگہ کسی نے کوئی شکایت نہیں کی۔

معترض کا اعتراض :

ایک جگہ پہنچا ہے تو وہاں ایک آدمی کھڑا ہوگیا اور اُس نے کہا کہ اَمَّا اِذَا نَشَدْ تَنَا جب تم ہمیں قسم دے ہی رہے ہو کہ اگر کسی کو کوئی شکایت معلوم ہو تو صحیح صحیح بتائے۔ تو پھر ہمیں یہ شکایت ہے اِن سے اِنَّ سَعْدًا کَانَ لَایَسِیْرُ بِالسَّرِیَّةِ ایک تو یہ کہ یہ لشکر پر نہیں جاتے اور لَایَقْسِمُ بِالسَّوِیَّةِ جو یہ بیت المال کی تقسیم ہے یہ صحیح نہیں کرتے اور لَایَعْدِلُ فِی الْقَضِیَّةِ فیصلہ جو ہے اِن کا وہ صحیح نہیں ہوتا، اُس میں عدل وانصاف نہیں ہے۔ یہ تین اعتراض اُس آدمی نے کیے۔ معلوم یہ ہوا کہ جڑ یہی تھی فساد کی۔ اِسی نے یہ باتیں اُٹھائی تھیں اور نماز (ٹھیک سے نہ پڑھانا) کے بارے میں اُس نے بات ہی نہیں کی، بس یہ تین باتیں کیں۔

حضرت سعدؓ کی بددُعا :

تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بات کہی۔ اِنہوں نے کہا دیکھو میں بس دُعا کرسکتا ہوں اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ عَبْدُكَ ھٰذَا کَاذِبًا قَامَ رِیَآءً وَّسُمْعَةً خداوندِ کریم اگر یہ بندہ تیرا جھوٹا ہے اور کھڑا اِس لیے ہوا ہے کہ لوگ اِسے دیکھ لیں سُمْعَةً شہرت کے لیے۔ ایک آدمی جو گورنر پر اعتراض کر رہا ہو تو اُسے شہرت بھی تو حاصل ہوتی ہے کہ فلاں آدمی ہے، تو گویا بمقابل گورنر ہو گیا (اپوزیشن لیڈر قائد حزب اختلاف)۔ تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ اگر یہ جھوٹا ہے اور اِس کے کھڑے ہونے کی وجہ اعتراض کی وجہ سچی نہیں ہے جھوٹ ہے تو تین بددُعائیں انہوں نے دیں اَطِلْ عُمْرَهٗ وَاَطِلْ فَقْرَهٗ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ اِس کی عمر بھی لمبی ہو، اِس کا فقر دراز کردے اور فقر بڑی بُری چیز ہے کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا حدیث میں آیا ہے فقر جو ہے وہ ایسی چیز ہے کہ اُس میں انسان ایمان سے بھی نکل جاتا ہے۔ بعض دفعہ ضرورت میں آکر ضرورت پوری کرنے کے لیے ناجائز طریقہ پر اُتر آتا ہے۔ تو دو باتیں انہوں نے کہیں لمبی عمر ہوجائے، فقر اِس کا دراز ہوجائے تیسری بات یہ فرمائی وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ اور یہ فتنوں میں مبتلا رہے، آزمائشوں میں پڑا رہے۔

بددُعا کا اثر :

پھر اِسی طرح ہوا ہے، لمبی عمر ہوگئی لوگوں نے ایک عرصہ تک اُس کے جھوٹ کا تماشہ دیکھا، لمبی عمر فقر دراز ذرائع اُس کے مسدود ہوگئے اور اُس کی عادتیں خراب ہوگئیں۔ خواہ مخواہ جو جاریہ ہوتی تھیں اُس زمانے میں

باندیاں ہوتی تھیں۔تو عورتیں جو گھر کا سودا منگانا ہو باندیوں سے منگاتی تھیں۔گھر میں کام باندیاں کرتی تھیں تو وہ باندیاں جب باہر بازار میں جاتی تھیں خرید وفروخت کرنے کے لیے تو یہ اُن کو چھیڑتا تھا۔اور وہ کہتے ہیں قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰی عَیْنَیْهِ مِنَ الْکِبَرِ بڑھاپے کی وجہ سے اُس کے آنکھوں کے اُوپر جو بھنویں ہیں اَبرو ہیں، یہ اُس کی آنکھوں کے اُوپر لٹک گئے تھے۔بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور وہ لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور لڑکیاں اُسے برا بھلا کہتی تھیں۔ لوگ اُسے آکر ملامت کرتے تھے، سمجھاتے تھے کہ کرتا کیا ہے آخر تو یہ، یہ حرکت کیا کرتا ہے؟ تو وہ جواب میں کہتا تھا شَیْخٌ مَّفْتُوْنٌ اَصَابَتْهُ دَعْوَةُ سَعْدٍ بس ایک بوڑھا آدمی ہے اور فتنے میں پڑچکا ہے اور اُسے بددُعا لگ چکی ہے سعد کی۔تو حضرت سعدؓ مُجَابُ الدَّعْوَةِ مشہور تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اِن کو بلالیا اپنے پاس اور اپنے ہی پاس مدینہ شریف میں ہی رکھا۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت اِن کے حق میں اہم وصیت :

اور اپنی شہادت کے وقت یہ وصیّت اور ہدایت فرمائی کہ یہ جو عشرہ مبشرہ میں سے بچے ہوئے آدمی ہیں اِن ہی میں سے کسی کو کثرتِ رائے سے مقرر کردینا اور اگر اتفاقِ رائے سعدؓ پر ہوجائے تو ٹھیک ہے کیونکہ میں نے اُن کو جو کوفہ سے ہٹایا معزول کیا تھا، تو اسلئے نہیں ہٹایا تھا کہ وہ وہاں کا انتظام نہیں سنبھال سکتے تھے یا انہوں نے کوئی خیانت کی تھی، ایسی وجہ کوئی نہیں تھی۔انہوں نے ان کی مزید صفائی کی لَمْ اَعْزِلْهُ عَنْ عَجْزٍ وَّلَا خِیَانَةٍ ہاں یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔لوگوں نے ایسی باتیں بنائی جو اِن کی شان کے مناسب نہیں تھیں، اس لیے اُس جگہ سے میں نے اِن کو ہٹادیا تھا، بچالیا تھا۔یہ نہیں کہ یہ انتظام نہیں کرسکتے تھے، بلکہ کرسکتے تھے۔کوئی خیانت کی ہو؟ کوئی خیانت نہیں کی، تو اِس طرح کی اگر کسی نے بات کی بھی ہو یا سنی بھی ہو تو وہ غلط ہے۔اپنی وفات کے وقت جب وہ زخمی تھے تو اُنہوں نے جو ہدایات دی ہیں یا وصیتیں کی ہیں اُن میں یہ وصیت بھی تھی۔تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ بعد میں بہت عرصہ تک حیات رہے ہیں۔

حضرت سعدؓ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں تاخیر کی مگر محاذ آرائی نہیں کی :

ہاں یہ بات ضرور کی ہے کہ یہ اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ یہ دو حضرات ایسے تھے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے بیعت ہونے میں تاخیر کی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اِن پر کوئی سختی نہیں کی کہ انہیں مجبور کریں جیل میں ڈال دیں۔ایسا نہیں کیا بس وظیفہ اِن کا بیت المال سے (کچھ عرصہ کے لیے) رُکا بھی ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے دور میں ہی جاری بھی ہوگیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اِن لوگوں کی بات پر دونوں کے بارے میں یہی فرمایا، دو کے بارے میں نام لے کر، یہ دو حضرات ایسے ہیں کہ اگر اِن کا ہٹنا رُکنا گناہ ہے تو تھوڑا گناہ ہے.........

حضرت سعدؓ نے حضرت معاویہؓ کی سیاسی خواہش پوری نہیں کی :

ایسا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت معاویہؓ حضرت حسنؓ سے صلح ہونیکے بعد جب اِن کی حکومت سب جگہوں پر ہوگئی تھی تو وہ مدینہ منورہ آئے اِدھر حضرت سعدؓ بھی مدینہ منورہ آچکے تھے تو حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کا ذکر کیا، اور اِن (حضرت سعدؓ) سے چاہا کہ اِن کے حق میں کوئی کلمات ایسے استعمال فرمائیں جو سیاسی طور پر حضرت معاویہؓ کے لیے مفید ہو جائیں اور اُن (حضرت علیؓ) کے بارے میں یہ ہو جائے کہ وزن کم ہو اُن کا لوگوں کے ذہنوں سے۔ تو انہوں نے بالکل انکار کردیا کہ یہ غلط ہے وہ (حضرت علیؓ) بہت بڑے تھے وغیرہ وغیرہ۔ اِن کے لیے تعریفی کلمات کہے تو یہ نہیں تھا کہ یہ اِن سے ہٹے ہوں اور اِس طرح ہٹے ہوں کہ مخالف ہوگئے ہوں، رہے موافق ہی۔

بیعتِ خلافت کا مطلب :

بیعت کا عجیب معاملہ تھا۔ بیعت کا مطلب یہ سمجھا ہے صحابہ کرامؓ نے اُس دور میں کہ اگر دو حضرات میں اختلاف ہو رہا ہو حکومت پر تو جب تک حکومت جم نہ جائے پکی طرح سے اُس وقت تک بیعت فرض نہیں ہوتی، ضروری نہیں ہوتی۔ اگر کوئی آدمی بیعت میں توقف کرتا ہے، دیر لگاتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ تو اِس لیے حضرت علیؓ نے بھی اِس درجہ میں رکھا کہ اگر وہ بیعت نہیں ہیں مگر مخالف بھی نہیں ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت سعدؓ کی زمینیں یہاں کوفہ میں ہوگئیں تھیں تو کوفہ میں رہتے تھے مگر مدینہ منورہ میں جا کر رہنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اِس لیے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دیکھو سعد بن ابی وقاصؓ جیسے لوگ کوفہ میں رہتے ہیں تو یہ اِن حضرات کا ذکر خیر تھا اور کوفہ کی منقبت بھی اِس میں ہے، فضیلت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں اِن کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین۔ اختتامی دُعا.........................

سلسلہ نمبر ۲۳

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہوسکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہوچکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہوجائیں۔ (ادارہ)

یزید کے متعلق سوالات اور اُن کے جوابات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین کہ ایک شخص مندرجہ ذیل حقائق پر مبنی نظریات رکھتا ہے

سوال نمبر۱ : آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مدینۃ الروم قسطنطنیہ پر اول جہاد کرنے والے لشکر کے لیے مغفرت ہے اور امیر یزید مرحوم اُس لشکر کے کمانڈر تھے۔ لہٰذا اِس مغفرت میں وہ بھی شریک ہیں :

(الف) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ جَیْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَةَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌلَّھُمْ . (بخاری شریف ص ۴۱۰ ج۱)

(ب) قَالَ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِیْعِ فَحَدَّثْتُھَاقَوْمًا فِیْھِمْ اَبُوْاَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیُّ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةِ الَّتِیْ تُوُفِّیَ فِیْھَا وَیَزِیْدُبْنُ مُعَاوِیَةَ عَلَیْھِمْ بِاَرْضِ الرُّوْمِ. (بخاری شریف ص ۱۵۸ ج۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سہل الحصول حوالوں سے جوابات عرض ہیں :

جواب : مولانا لعل شاہ صاحب بخاری نے اپنی کتاب میں محمود احمد عباسی کی لکھی ہوئی تقویم اور تحقیق کا

فوٹو دے کر سن وار حالات لکھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ پہلا لشکر جو قسطنطنیہ پر جہاد کے لیے گیا اُس کا امیر یزید نہیں تھا۔

(۲) اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اُس لشکر کا سردار یزید ہی تھا تو شریعت کی نظر میں ایسی عام بشارتوں کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمان آخر وقت تک صحیح رہا ہو مثلاً مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ میں بھی یہ شرط ہے ورنہ یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ بالآخر جنت میں چلا جائے گا چاہے درمیان میں معاذ اللہ دوزخ میں جانا پڑے۔ اسی طرح یہاں بھی معنی لیے جائیں گے کہ بالآخر مغفرت ہوجائے گی، تمام اہل سنت کا اِس مسئلہ میں اتفاق و اجماع ہے کہ ہر مسلمان چاہے وہ صغیرہ گناہ کرتا رہا ہو یا کبیرہ مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ میں داخل ہے اور اس حدیث میں بھی مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ آیا ہے لَایَدْخُلُ النَّارَ نہیں، اس سے سلب ایمان کی نفی ثابت ہوتی ہے۔

سوال نمبر۲ : بہت سے صحابہ کرامؓ نے امیر یزید مرحوم سے بیعت خلافت کی اور اُس پر قائم رہے۔ منجملہ اِن کے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ وغیرہم۔ اگر امیر یزید کافر یا فاسق و فاجر اور شرابی، زانی اور دشمن دین ہوتے تو یہ حضراتِ صحابہؓ اِن کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ فرماتے۔ اگر یہ بات نہ مانی جائے تو ان صحابہؓ پر کفر و فسق نوازی اور فجور و بدنیتی کی سرپرستی اور تعاون کا بڑا بھاری الزام آئے گا اور یہ سراسر قرآن کریم کے بیان کردہ اِس وصف کے خلاف ہے جو جماعت صحابہؓ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ . (سورۃ حجرات پ۲۶)

جواب : مزید وضاحت کے لیے یہ حدیثیں مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ حضرت معاذؓ روایت فرماتے ہیں :

مَا مِنْ اَحَدٍ یَّشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ. (بخاری ص ۲۴ ج۱)

''جو بھی لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صدق دل سے گواہی دے گا اللہ تعالیٰ اُسے آگ پر حرام فرمادے گا''۔

(۲) وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ اَنْ لَّایُعَذِّبَ مَنْ لَّایُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا

(بخاری ص ۴۰۰ ج۱)

''اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر (اُس کے فضل سے) یہ ہے کہ جو اُس کے ساتھ ذرا بھی کسی کو شریک نہ قرار دے وہ اُسے عذاب نہ دے گا''۔

بلکہ اِس سے بھی بڑھ کر دخولِ جنت کی بشارت بھی موجود ہے مثلاً حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں ہے :

(۳) مَنْ لَقِیَ اللّٰہَ لَا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ . (بخاری ص ۲۴ ج۱)

''جو بندہ خدا سے اِس حالت میں ملے گا کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں جائے گا''

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے :

مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَایُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ . فَقُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ. (بخاری ص ۱۶۵ ج۱)

''میری اُمت میں سے جو بھی ایسی حالت میں مرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ چاہے اُس نے چوری کی ہو زنا کیا ہو۔ ارشاد فرمایا اگرچہ زنا اور چوری کی ہو''۔

مگر اِن سب حدیثوں کا محمل یہی ہے کہ وہ انجامِ کار بخشا جائیگا، نہ یہ کہ اُس سے سوال ہی نہ ہوگا اور جزاء وسزا سے بھی وہ بچ جائے گا۔ یہ عقیدہ کہ وہ سزا سے بھی بچ جائے گا ''کرّامیہ'' کا ہے ''اہل سنت'' کا نہیں ہے۔

حضرت وھب بن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرقۂ کرامیہ کے خیال کا رد کرتے ہوئے سمجھایا تھا :

قِیْلَ لِوَھَبِ بْنِ مُنَبِّہٍ اَلَیْسَ لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ قَالَ بَلٰی وَلٰـکِنْ لَیْسَ مِفْتَاحٌ اِلَّا لَہٗ اَسْنَانٌ فَاِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَّہٗ اَسْنَانٌ فُتِحَ لَکَ وَاِلَّا لَمْ یُفْتَحْ لَکَ. (بخاری ص ۱۶۵ ج۱)

''وہب بن منبہ سے کہا گیا کہ کیا لَآاِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ جنت کی کنجی نہیں ہے؟ اُنہوں نے فرمایا

ہاں لیکن کوئی کنجی ایسی نہیں جس کے دندانے نہ ہوں۔ اگر ایسی کنجی لاؤ گے جس کے دندانے ہوں تو تو تمہارے لیے کھولا جائے گا ورنہ نہیں کھولا جائے گا۔''

جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاص خاص صحابہ کرامؓ کے بارے میں بھی یہ فرمایا ہے کہ خدا سے اُن کے بارے میں بہتری کی اُمید رکھی جائے۔ یقینی طور پر کسی کے تزکیہ اور نجات پا جانے کا دعوی نہ کرو۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ جو تیرھویں مسلمان تھے۔ حبشہ اور ہجرت مدینہ کی، اہل بدر میں تھے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے (بخاری شریف ص ۶۷ ج ۲) اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے وفات کے بعد آپ نے اِن کو چوما ان کے بارے میں آپ نے اُم العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا :

وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْالَہُ الْخَیْرَ وَوَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَاذَا یُفْعَلُ بِیْ.

(بخاری ص ۱۰۳۷ و ص ۱۰۳۹ ج ۲)

''خدا کی قسم میں اِن کے لیے بہتری کی اُمید رکھتا ہوں اور خدا کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں خدا کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔''

غرض یہ ہے کہ ڈرتے رہنا ہی بتلایا گیا ہے تو یزید کی اِن کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے کہ اُسے قطعی جنتی کہا جائے جبکہ اُس کی موت مدینہ منورہ کے واقعہ حرہ کے بعد حرم مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے دوران ہوئی ہے اور اِس معصیت سے توبہ کا ثبوت نہیں ہے۔

سوال نمبر۳ : سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے امیر یزید کے ہاتھ پر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی بیعت کی ہے اِنَّا قَدْ بَایَعْنَا ھٰذَا الرَّجُلَ عَلٰی بَیْعِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ. (بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۵۳)

جواب : وہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں ہی سیاسیات سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ دیکھیں میرا منسلک مضمون (جو ''یزید اور شراب'' کے عنوان سے آگے آرہا ہے)۔

سوال نمبر۴ : حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ المعروف با بن الحنفیہ نے نہ صرف امیر موصوف کی بیعت کی بلکہ اُن پر عائد کردہ الزامات شراب پینا، نماز ترک کرنا، حدودِ قرآن سے تجاوز

کرنا وغیرہ اِلزامات کی پُر زور تردید فرمائی کہ میں خود امیر یزید کے پاس رہا ہوں لیکن میں نے ہمیشہ انہیں پابند نماز اور سنتِ رسول ﷺ پر مضبوطی سے کاربند اور مسائلِ خیر وفقہ کا جویاں پایا۔

(الف) وَقَدْ حَضَرْتُہٗ وَاَقَمْتُ عِنْدَہٗ فَرَأَیْتُہٗ مُوَاظِبًا عَلَی الصَّلٰوۃِ مُتَحَرِّیًا لِّلْخَیْرِ یَسْأَلُ عَنِ الْفِقْہِ مُلَازِمًا لِلسُّنَّۃِ .(تاریخ البدایہ والنہایہ لابن کثیرؒ ص ۲۳۳ ج۸ ، المنتقٰی ص۲۸۱)

جواب : یہ پہلے کی بات ہے، اپنی جگہ درست ہے۔

(ب) بلکہ آپ نے الزام لگانے والوں سے بحث ومناظرہ کیا۔

قَدْ سُئِلَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِیَّۃِ فِیْ ذٰلِکَ فَامْتَنَعَ مِنْ ذٰلِکَ اَشَدَّ الْاِمْتِنَاعِ وَنَاظَرَھُمْ فِیْ یَزِیْدَ وَرَدَّ عَلَیْھِمْ مَااتَّھَمُوْہُ مِنْ شُرْبِ الْخَمْرِ وَتَرْکِہٖ بَعْضَ الصَّلٰوۃِ . (البدایہ والنہایہ ص۲۱۸ ج۸)

جواب : الزام لگانے والے اِن لوگوں کا سفر کرنا بعد کی بات ہے، یہ اپنی جگہ درست ہے اور شُربِ خمر کے بارے میں الگ بھی مضمون لکھ کر بھیج رہا ہوں اُس کا مطالعہ فرمالیں، عنوان ہے ''یزید اور شراب''۔

سوال نمبر۵ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جب سیدنا امیر معاویہؓ کے انتقال کی خبر ملی تو اول اُن کے لیے دُعا کی اور پھر امیر یزید کو اپنے خاندان کا نیک فرد قرار دیا اور اِس کے ساتھ ہی امیر یزید کی بیعت واطاعت کا حکم فرمایا اور خود بھی بیعت میں داخل ہوگئے وَاِنَّ ابْنَہٗ یَزِیْدَ لَمِنْ صَالِحِیْ اَھْلِہٖ فَالْزَمُوْا مَجَالِسَکُمْ وَاَعْطُوْا اَطَاعَتَکُمْ وَبَیْعَتَکُمْ فَمَضٰی فَبَایَعَ . (بلاذری ص۴ ج۱. الامامۃ والسیاسیۃ ص ۲۰۲ ج۱)

جواب : بلکہ وہ مکہ مکرمہ چلے گئے تھے، اِن کی بیعت اور یہ گفتگو مشکوک ہے اور اہل مدینہ کی یزید کے ہاتھ پر بیعت اِن کی خوشی سے نہیں تھی۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ نے یزید کو کبھی دل سے قبول ہی نہیں کیا۔

سوال نمبر۶ : امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الزھد'' میں امیر یزید مرحوم ومغفور کا ذکر

زُہادِ صحابہؓ کے بعد اور تابعین سے پہلے، اس زمرہ میں بیان فرمایا ہے جن کے وعظ و فرمان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور امیر یزید کے خطبہ سے چند جملے بھی نقل کئے ہیں اور ساتھ ہی لوگوں کو شرم دلائی ہے جو آپ پر شراب نوشی وغیرہ فجور کا اتہام لگاتے ہیں۔

وَھٰذَا یَدُلُّ عَلٰی عَظِیْمِ مَنْزِلَتِہٖ عِنْدَہٗ حَتّٰی یُدْخِلَہٗ فِیْ جُمْلَۃِ الزُّھَّادِ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ یُقْتَدٰی بِقَوْلِھِمْ وَیُرْعَوٰی مِنْ وَّعْظِھِمْ، وَنَعَمْ، وَمَا اَدْخَلَہٗ اِلَّا فِیْ جُمْلَۃِ الصَّحَابَۃِ قَبْلَ اَنْ یَّخْرُجَ اِلٰی ذِکْرِ التَّابِعِیْنَ، فَاَیْنَ ھٰذَا مِنْ ذِکْرِ الْمُؤَرِّخِیْنَ لَہٗ فِی الْخَمْرِ وَاَنْوَاعِ الْفُجُوْرِ، اَلَا یَسْتَحْیُوْنَ. (العواصم من القواصم ص ۲۳۳)

جواب : امام احمد بن حنبلؒ کی ''کتاب الزہد'' طبع ہوگئی ہے۔ اس میں یہ موجود نہیں ہے اس لیے یہ لوگ ابن عربی کے حوالہ سے امام احمدؒ کا نام لیتے ہیں۔ امام احمدؒ کی رائے میرے مسلک مضمون میں دیکھئے۔ ممکن ہے ابن عربی کو مغالطہ ہوا ہو کیونکہ یزید بن معاویہ کئی گزرے ہیں۔ ایک یزید بن معاویہ تابعی تھے جو بڑے عابد اور زاہد تھے۔ (تہذیب التہذیب ص۳۶۰ ج۱۱)

سوال نمبر ۷ : حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امیر یزید نے نہ تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی وہ اِس پر رضامند تھے۔ جو شخص اُن پر یہ الزام لگائے وہ حد درجہ ابلہ اور احمق ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ امیر یزید پر ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے اور چونکہ وہ مومن تھے اس لیے ہر نماز میں مومنین کی مغفرت والی دُعا میں شامل ہیں۔

وَاَمَّا التَّرَحُّمُ عَلَیْہِ فَجَائِزٌ بَلْ ھُوَ مُسْتَحَبٌّ بَلْ ھُوَ دَاخِلٌ فِیْ قَوْلِنَا فِیْ کُلِّ صَلَاۃٍ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ فَاِنَّہٗ کَانَ مُؤْمِنًا. وَاللّٰہُ اَعْلَمُ.

کَتَبَہُ الْغَزَالِیُّ. (تاریخ ابن خلکان ص ۴۶۵ ج۱)

جواب : (۱) امام غزالیؒ کا مسلک یہ تھا کہ کفار میں سے بھی کسی کا نام لے کر اُس پر لعنت جائز نہیں، چاہے وہ زندہ ہو یا مر چکا ہو۔ سوائے اُن لوگوں کے جن کے کفر کا ہمیں نصوص حدیث سے علم ہوگیا ہو جیسے کہ

ابولہب۔(دیکھئے حاشیۂ بخاری ص ۱۰۱ ج ۱) لہٰذا اُن کے مسلک پر تو ''اسٹالن، لینن اور موشے دایان'' پر بھی لعنت بھیجنی درست نہیں ہے۔

(۲) امام غزالیؒ اور ابوبکر بن عربی دونوں کی نظر فقط شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر ہے، واقعہ حَرَّہ پر نہیں ہے اور جن لوگوں نے یزید کی تکفیر یا تفسیق کی ہے اُن کی نظر ''واقعہ حَرَّہ'' وغیرہ پر ہے کہ اِسی حالت میں یزید کا انتقال ہوا ہے، بعنوان '' بیعت ابن عمرؓ '' منسلک تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۸ : امیر یزید سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے داماد ہیں۔ کیونکہ سیّدہ اُم محمد بنت عبداللہ بن جعفرؓ اُن کے نکاح میں تھیں، اس رشتے سے آپ سیدنا حسینؓ کے بھتیج داماد ہوتے ہیں۔(جمہرۃ الانساب لابن حزمؒ)

سوال نمبر ۹ : سیّدنا حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی سیّدہ اُم مسکین بنت عاصم بھی امیر موصوف کے حبالۂ عقد میں تھیں، اس رشتہ سے آپ خلیفۂ دوم رضی اللہ عنہ کے پوت داماد ہوتے ہیں۔(الانساب والاشراف، کتاب المعارف)

سوال نمبر ۱۰ : واقعہ کربلا کے بعد علوی سادات کی رشتہ داریاں اُموی سادات میں ہوتی رہیں اور اِن کی اُن میں، جس کے ثبوت سے کتب تواریخ انساب پُر ہیں۔

سوال نمبر ۱۱ : سیّدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہ المعروف بہ زین العابدین کربلا کے واقعہ میں موجود تھے۔ وہاں سے دمشق گئے اور امیر یزید کے ہاتھ پر بیعت کی اور زندگی بھر اس پر قائم رہے بلکہ واقعہ کربلا سے تین برس بعد واقعہ حرہ کے موقعہ پر امیر یزید کا حسن سلوک دیکھ کر اُن کے حق میں اِن الفاظ سے دُعائے خیر فرمائی۔(وَصَلَّی اللّٰہُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اللہ امیر المومنین یزید کو اپنی رحمت سے ڈھانکے)(بلاذری۔طبقات ابن سعد)

جواب : جس کا سب کچھ لٹ گیا ہو وہ دُعائیں ہی دیا کرتا ہے۔

سوال نمبر ۱۲ :(الف) سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کوفہ کے اُن شریر النفس لوگوں نے سیدنا حسینؓ کو امیر یزیدؒ کے خلاف خروج پر آمادہ کیا جن کے نامبارک عزائم و مقاصد کبھی سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت

کی صورت میں نمودار ہوئے اور کبھی جنگ جمل و صفین کی ہلاکت سامانیوں کی شکل میں ظاہر ہوئے حتی کہ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی توہین و تحقیر سے بھی انہیں کے نامۂ اعمال سیاہ اور داغدار ہیں۔

جواب : یہ غلط ہے نہ تو حضرت حسینؓ نے خروج کیا اور نہ وہ اپنے ساتھ لشکر لے کر جاتے نہ کہ اہل خانہ کو۔ اور یہ بھی درست نہیں کہ وہ سبائیوں کے بلانے پر نکل کھڑے ہوئے تھے اُن کو بلانے والوں میں حضرت سلیمان بن صُرد ؓ بھی تھے جو اصحاب بیعت رضوان میں سے تھے۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ اہل بیعت رضوان سب کے سب جنتی ہیں وَهٰؤُلَآءِ لَايَدْخُلُ النَّارَ مِنهُمْ اَحَدٌ كَمَا ثَبَتَ ذٰلِكَ فِي الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ (منهاج السنة ص ۲۶۰ ج۲) (نیز منسلک مضمون جو'' قُتِلَ الْحُسَيْنُ بِسَيْفِ جَدِّهٖ '' کے مقولہ کے جواب میں ہے دیکھیں) لیکن ہوا یہ کہ حضرت حسینؓ کے پہنچنے سے پہلے یزید کی طرف سے عبید اللہ بن زیاد پہنچ گیا اور مارشل لاء کی سی کیفیت قائم کردی، اس لیے کوفہ والے کچھ نہ کر سکے۔ یزید کی برائی یہ ہے کہ اُس نے شہادت حسینؓ کے بعد بھی ابن زیاد کو کوئی سزا نہ دی۔ گویا وہ اِس ظلم پر راضی رہا۔ شہادت حسینؓ میں اِس کی شرکت ہے تو اس طرح کی ہے۔

(ب) جب سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو تقریباً چار ماہ کی مسلسل کوشش، خطوط اور وفود کی بھرمار سے یہ باور کرادیا کہ امیر یزید اُمت کے متفقہ خلیفہ نہیں بلکہ ملت کی معتدبہ جماعت اِن کی خلافت سے مطمئن نہیں تو اب سیّدنا حسینؓ نے کوفہ کا اِرادہ فرمایا۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، جابر بن عبداللہؓ، ابو واقد اللیثیؓ اور محمد بن الحنفیہؒ وغیرہم حضرات نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس اِرادے سے منع فرمایا کہ وہ ایسا نہ کریں اور اپنے والد اور بھائی کے ساتھ دھوکہ بازی کرنے والے کوفیوں کی بات مان کر اُمت میں افتراق و انتشار کی راہ نہ کھولیں اور اپنے آپ کو اِس ہلاکت انگیز اقدام سے روکیں۔ لیکن آپ نے کسی کی نہ مانی اور کوفیوں کے خطوط اور وفود اور اُن کی طلب پر کوفہ روانہ ہوگئے۔ جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ اِن مدعیانِ وفاداری نے وہی کچھ کیا جو مذکورہ حضرات نے ماضی کی تاریخ کے پیش نظر آپ کو روکتے ہوئے کیا تھا۔ جب آپ

یہ خط کشیدہ تقریباً سب باتیں مضمون نگار نے اپنی طرف سے بنائی ہیں۔ ان کا کہیں ثبوت نہیں اس لیے اُس نے حوالہ نہیں دیا۔

نے جان لیا کہ امیر المومنین یزیدؒ کی بیعت پر تمام اُمت وملت متفق ہے جس کے فیصلے وعمل کا استخفاف ممکن نہیں تو آپ اپنے اِرادے سے دستبردار ہوگئے اور پہلے موقف سے رجوع فرما کر فوج کے افسر عمر بن سعدؓ کے ذریعہ گورنر کوفہ کے سامنے تین شرطیں پیش فرمائیں :

اول : مجھے واپس جانے دیا جائے۔

دوم : اِسلامی سرحد پر جہاد کے لیے بھیج دیا جائے۔

سوم : یا پھر مجھے دمشق بھیج دیا جائے تا کہ اپنے ابن عم (چچازاد بھائی امیر یزید) کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر معاملہ کو اِس طرح طے کرلوں گا جس طرح میرے بھائی حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے کیا تھا۔ (فَاَضَعُ يَدِیْ فِیْ يَدَيْهِ. (تاریخ طبری ص۲۳۵ ج۶. ابن اثیر ص۲۴ ج۴ . تاریخ البدایه والنهایه ص۱۷۰ ج۸ . الاصابه لابن حجرؒ ص۱۷ ج۲. تاریخ الخلفاء السیوطی ص۱۴۰. رأس الحسین لابن تیمیہؒ ص۲۰)

سوال نمبر ۱۳ : سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اِس خروج کو بغاوت کا نام دینا مناسب نہیں ہے بلکہ یہ ایک اجتہادی وسیاسی خطا تھی جس کا صدور ہر بڑے سے بڑے شخص سے ہوسکتا ہے اور اِس کا اصل سبب صرف سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی اور اُن کے جھوٹے دَعاوِی پر اعتماد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سوائے خاندان کے چند نفوس کے کسی صحابیؓ نے اِس خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔ حالانکہ اُس وقت ہر شہر میں خاصی تعداد اصحاب کرامؓ کی تھی اور اسی لیے سیدنا حضرت حسینؓ نے حقیقت کھلنے پر امیر یزید مرحوم کی بیعت خلافت کا اعلان فرما کر وابستگی اختیار فرمالی۔ اب یہ کوفی سبائیوں کی سوچی سمجھی اسکیم تھی کہ لڑائی میں پہل کر کے صلح کو پورا نہ ہونے دیا اور اُمت کو سانحہ ومصیبت میں مبتلا کردیا کہ اب قیامت تک شاید ہی اِس سے چھٹکارا مل سکے۔ الحاصل اِن تمام اُمور کو دیکھتے ہوئے امیر یزید پر لعن طعن کرنا یا اِن کی تکفیر و تفسیق کرنا کسی طرح درست نہیں اور نہ ہی اُنہیں واقعۂ کربلا کا ذمہ دار ٹھہرایا جاسکتا ہے۔[1]

---

[1] یہ سب لکھنے والے کی اپنی سوچ ہے جو غلط ہے اور بلا حوالہ۔

(۱) بلکہ اس عظیم سانحۂ جانکاہ کی واحد ذمہ دار کوفہ کی وہ سبائی پارٹی ہے جن پر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مشفقین و محبین کے خیر خواہانہ مشورے چھوڑ کر اعتماد کیا۔ ؎۲

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ یہ باتیں کہاں تک درست یا نادرست ہیں، ایسے نظریات کے حامل شخص کی تکفیر یا تفسیق و تضلیل کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ نیز اگر کوئی شخص اِن تاریخی امور کو اسلافِ کرام پر زبان دراز کیے بغیر درست مانتا ہو تو اُس کی امامت درست ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا.

فقط والسلام

عرفان عثمان

جواب : تو یہ اُس کے مطالعہ کی کمی اور بدعت ہے۔ ایسے بدعتی کے پیچھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز کے جواز کا فتویٰ دیا تھا۔ صَلِّ وَ عَلَیْہِ بِدْعَتُہٗ. اَلصَّلٰوۃُ اَحْسَنُ مَایَعْمَلُ النَّاسُ الخ.

حامد میاں غفرلہٗ

۞ ۞ ۞

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

؎۲ (اس سانحہ کی) براہِ راست ذمہ داری عبید اللہ بن زیاد پر ہے جس کے انجام بد کا تذکرہ ترمذی شریف میں موجود ہے اور بالواسطہ خود یزید پر۔

قسط : ۴

اَللَّطَائِفُ الْاَحْمَدِیَّہ فِی الْمَنَاقِبِ الْفَاطِمِیَّہ رض

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

(۱۲) عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِیٍّ وَفَاطِمَۃَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اَنَا حَرْبٌ لِّمَنْ حَارَبَھُمْ وَسِلْمٌ لِّمَنْ سَالَمَھُمْ (رواہ الترمذی)

''حضرت زید بن ارقم رض سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت علی رض اور حضرت فاطمہ رض اور حضرت امام حسن رض اور حضرت امام حسین رض کے بارہ میں کہ میری اُس شخص سے لڑائی ہے جو اِن سے لڑے اور اُس شخص سے صلح ہے جو اِن سے صلح رکھے۔''

کوئی یہ وہم نہ کرے کہ محض طرفداری کی وجہ سے آپ ﷺ نے یہ الفاظ فرمادیے اگرچہ یہ حضرات ناحق پر ہوں جب بھی رسول مقبول ﷺ اِن کے طرفدار ہی ہوں گے۔ توبہ توبہ حق کے مقابل تو جناب رسول مقبول ﷺ کسی کی بھی رعایت نہیں فرما سکتے۔ چنانچہ اگلی حدیثوں میں اِس کا بخوبی حال معلوم ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اِن کو ناحق اُمور سے محفوظ رکھا ہے لہٰذا وہ حضرات ناحق کسی سے ناراض نہیں ہو سکتے اور حق کی طرفداری واجب ہے، پس حضور ﷺ کے اِس فرمودہ میں کچھ اشکال نہ رہا۔

(۱۳) عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا قَالَتْ مَا رَأَیْتُ اَحَدًا کَانَ اَشْبَہَ سَمْتًا وَّدَلًّا وَھَدْیًا (مَعَانِیْھَا مُتَقَارِبَۃٌ) بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَۃَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَھَا کَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَیْہِ قَامَ اِلَیْھَا فَاَخَذَ بِیَدِھَا فَقَبَّلَھَا وَاَجْلَسَھَا فِیْ مَجْلِسِہٖ وَکَانَ اِذَا دَخَلَ عَلَیْھَا قَامَتْ اِلَیْہِ فَاَخَذَتْ بِیَدِہٖ فَقَبَّلَتْہُ وَاَجْلَسَتْہُ فِیْ مَجْلِسِھَا (رواہُ ابوداوٗد)

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ عادات و اخلاق میں زیادہ مشابہ ہو رسول اللہ ﷺ سے بجز حضرت فاطمہؓ کے، خدائے تعالیٰ اُن کا چہرہ بزرگ کرے (قیامت کے دن یعنی اُن کو عزت عطا فرماوے) جبکہ وہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو جناب رسول اللہ ﷺ (اُن کی محبت کی وجہ سے) کھڑے ہو جاتے تھے (یہ قیامِ محبت تھا) پھر اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے تھے (محبت کی وجہ سے) اِس کے بعد اُن کو بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ بٹھلاتے تھے اور جب جناب رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے جاتے تھے ایسا ہی برتاؤ فرماتی تھیں''۔

(۱۴) عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ اَنِّیْ لَمْ اَرَ دَمَ حَيْضٍ فَاطِمَةَ وَلَا دَمَ نِفَاسِهَا فَقُلْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ ابْنَتِیْ طَاهِرَةٌ مُّطَهَّرَةٌ اَوْكَمَا جَاءَ فِی الرِّوَايَةِ (رواه الامام علی بن موسى الرضا كذا قال بعض علماء الحديث فی تشريف البشر المؤلف بلسان الهند فترجمت بها بالعربية وسيأتی فی الترجمة عنوان تاليفه.

''اسماء بنت عُمیسؓ کہتی ہیں میں نے (حضرت) فاطمہؓ کا خون حیض و نفاس کا نہیں دیکھا، سو حضرت (رسول مقبول ﷺ) سے میں نے یہ بات عرض کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری بیٹی طاہرہ (پاک) مطہرہ (پاک کی گئی) ہے (تاکید کے لیے دو لفظ فرمائے یعنی بہت پاکیزہ ہے)۔''

اِس کو تشریف البشر میں حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا سے روایت کیا ہے لیکن سند اِس حدیث کی مذکور نہیں، اگر ثابت ہو تو اِس سے یہ خاص فضیلت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ثابت ہوگی اور اِس کے متعلق مفصل مضمون پہلے گزر چکا ہے۔

(۱۵) حُسَيْنٌ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَللّٰهُمَّ اَحِبَّ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ (رواه الحاكم وصححه)

''فرمایا رسول مقبول ﷺ نے حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے۔ اے اللہ پیارا کرلے اُس کو جو محبت کرے حسینؓ سے۔ حسینؓ ایک جماعت فرزندی ہے جماعتوں میں سے (یعنی یہ میرا بیٹا ایک جماعت ہے بیٹوں کی جماعت میں سے)۔''

اور یہاں سے بزرگی حضرت امام حسینؓ شہید کربلا کی کس درجہ ثابت ہوتی ہے کہ اُن کے ساتھ محبت کرنے سے اللہ کا پیارا بن جاتا ہے اور یہ دُعا حضور ﷺ کی ہے جس کا قبول ہونا لازم ہے اور آپ نے اُن کو شدتِ محبت سے بیٹا فرمایا اور آپ اپنے نواسوں کے ساتھ بیٹوں ہی جیسا برتاؤ فرماتے تھے، اور یہاں سے اولاد کے ساتھ محبت کرنا سنت ثابت ہوا۔ اِس حدیث کو حاکم نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما کا بڑا درجہ ہے۔ یہاں فقط مختصر طور پر کچھ مضمون یہ اَمر بتلانے کو کہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد کی کس قدر فضیلت ہے اور حضور ﷺ کو اپنی بیٹی کی پاکیزہ اولاد سے کیا دینی نفع ہوا، لکھا جاتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ کمال شہادت بذات خود آنحضرت ﷺ کو حاصل نہیں ہوا، اِس واسطے کہ اگر شہادت ظاہری ہوتی تو اِسلام میں بڑا فتور واقع ہوتا (یعنی مخالفین اسلام کو بڑا طعن کرنے کا موقع حاصل ہوتا کہ اشرف الانبیاء ﷺ کو شہید کرلیا)۔ نیز خود اہل ِاسلام کو بڑا رنج ہوتا اور گو یہ دونوں باتیں بذاتِ خود دینی اعتبار سے کچھ بُری نہیں ہیں بلکہ مقصود ہیں کہ اِن کی بدولت رُتبہ میں ترقی ہوتی ہے لیکن حق تعالیٰ کو اِتنا بھی گوارا نہیں ہوا کہ باعتبار دُنیا کے ظاہری طور پر بھی آپ کی نسبت کفار کو ایسی بات کہنے کا موقع ملے نیز مسلمانوں پر رحم کیا کہ اِس عظیم الشان صدمہ سے بچایا اور یہ تمام ہماری سمجھ کا ثمرہ ہے، اصلی حال خدائے تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اور جو رُتبہ اللہ کو دینا ہو وہ بہت طریقوں سے حاصل ہوجاتا ہے لیکن عادتِ الٰہیہ اِسی طرح جاری ہے کہ ہر مسبب کا کوئی سبب ہوتا ہے۔ اور اگر شہادت خفیہ ہوتی (خواہ وہ اسبابِ شہادت میں سے کسی طرح ہوتی) تو وہ کامل شہادت نہ ہوتی اِس لیے کہ کمال شہادت یہ ہے کہ آدمی مسافرت میں قتل کیا جاوے اور اُس کے گھوڑے کی کوچیں کاٹی جاویں اور اور مصیبت کی باتیں لکھی ہیں۔

پھر فرمایا ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے ذاتِ حسنین رضی اللہ عنہما کو بجائے ذاتِ جناب رسول اللہ ﷺ کے قرار دے کر دونوں طرح کی شہادتوں کا کمال اُن کے ذریعہ سے جناب رسول مقبول ﷺ کو عنایت فرمایا اور واضح رہے کہ امام جلال الدین سیوطی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات بطریق

شہادت زہر سے ہوئی یعنی خفیہ شہادت زہر سے آپ کو حاصل ہوئی (زہر کا قصہ جو مشکوٰۃ میں ہے، کہ آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ وہ لقمہ جو میں نے خیبر میں کھایا (تھا) اُس کی سختی میں ہمیشہ پاتا ہوں یہاں تک کہ اب میری رگِ جان بسببِ زہر کے کٹ گئی، مراد اُس لقمہ سے گوشت زہر کا بھرا ہوا ہے کہ ایک یہودی عورت نے بکری کے ہاتھ کا گوشت زہر آلود کر کے آپ کے کھانے کو بھیجا تھا اور آپ نے اُس میں سے ایک لقمہ منہ میں لے لیا تھا۔ پس حاصل یہ ہوا کہ اگرچہ نفس شہادت خفیہ آپ کو میسر آئی لیکن کمال شہادت یہی ہے کہ بغیر تاخیر وفات وشہادت ہوجائے یعنی بعد زخمی ہونے کے تاخیر کر کے کچھ دوا غذا کھا کر نہ مرے اور اگر ایسا ہو تو کمالِ شہادت نہیں شمار کیا جاتا اور آپ نے کئی برس کے بعد واقعہ زہر سے وفات پائی۔ پس کمال شہادت سریہ وخفیہ بذریعۂ حضرت امام حسنؓ کے حضور ﷺ کو حاصل ہوا، اِس طرح کہ حضرت امام حسنؓ صدمۂ زہر سے اُسی طریق کمال سے شہید ہوئے۔

پس جناب رسول مقبول ﷺ کو دونوں طرح کی شہادت کا کمال اپنے دونوں نواسوں وصاحبزادوں کے ذریعہ سے حاصل ہوا۔ شہادت خفیہ کا کمال بذریعۂ حضرت امام حسنؓ کے اور شہادت ظاہری کا کمال بذریعۂ حضرت امام حسینؓ کے۔ اگر کوئی کہے کہ شہادت خفیہ میں تو کوئی فتور نہ تھا پس اگر وہ کامل طریق پر آپ کو بذاتِ خود حاصل ہوجاتی اور شہادت ظاہری بذریعۂ امام حسینؓ میسر ہوتی تو کیا مضائقہ تھا۔ جواب یہ ہے کہ دونوں صاحبزادے مقبول نظر نبوی ﷺ تھے اِس لیے حضرت امام حسنؓ کا اِس رحمت سے خالی رکھنا منظور حق جل شانہٗ نہ ہوا۔ اِن دونوں صاحبزادوں کی شہادت کا مفصل حال کتاب ''سِرُّ الشَّهَادَتَيْنِ'' مؤلفۂ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ مندرج ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے۔

(۱۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ قَتَلْتُ بِيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَاِنِّىْ قَاتِلٌ بِابْنِ بِنْتِكَ سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَّسَبْعِيْنَ اَلْفًا . (اخرجه الحاكم وصححه)

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ وحی بھیجی اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی طرف کہ بیشک میں نے یحییٰ بن زکریاؑ (یہ پیغمبر تھے اور ظالموں نے اِن کو قتل کیا تھا) کے بدلے ستر ہزار کو قتل کیا اور میں قتل کروں گا بدلے آپ کے نواسہ (حضرت شہید کربلا) کے ستر ہزار اور ستر ہزار کو۔''

اور یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا یعنی قتل ایک لاکھ چالیس ہزار کا مختارِ ثقفی اور سفاح عباسی کے ہاتھوں سے ظاہر ہوا اور اِس سے عظمت اور وجاہت حضرت سید المرسلین ﷺ کی اور شدت عذابِ اُخروی (اِس لیے کہ عذابِ دُنیاوی بمقابلۂ اُخروی کم ہوتا ہے) قاتلینِ حسین علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی معلوم کیا چاہیے **کذا فی تحریر الشہادتین فی شرح سرالشہادتین لمولانا سلامت اللّٰہ الکانفوری قدس سرہ التلمیذ لمولانا عبد العزیز الدہلویؒ المؤلف لسر الشہادتین .**

حکمتِ شہادت حضراتِ حسنینؓ :

یہاں سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اولاد اور تابعداروں اور دوستوں کو ضرور ہے کہ اعلیٰ درجہ کی دینداری کا تمغہ اور فخر حاصل کریں اور جان و مال کی دین کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہ کریں۔ ہر اَمر میں دین کو مقدم اور زُہد کو اپنا شعار بناویں۔ فقط اولاد ہونا فخر کے قابل نہیں کمال جب ہی ہے کہ بزرگوں کی اولاد بھی ہو اور اپنے نیک بزرگوں کے جیسے کام بھی کرے۔ اگر کوئی کہے کہ یہاں سے حضرت امام حسینؓ کی فضیلت نبی ﷺ پر معلوم ہوئی حالانکہ آپ نبی نہ تھے اور ادنیٰ درجہ کا نبی اعلیٰ درجہ کے ولی سے افضل ہے۔ اِس کے دو جواب ہیں :

(۱) اصل میں یہ فضیلت حضور سرورِ عالم ﷺ کی ہے جو تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا کہ دونوں صاحبزادوں کے وسیلہ سے حضور سرورِ عالم ﷺ کی شہادتِ ظاہری وخفیہ کا کمال مقصود تھا گو اِن صاحبزادوں کو بھی اعلیٰ رُتبہ شہادت اور اُس کا ثواب ملے گا، پس جب یہ فضیلت حضور سرورِ عالم ﷺ کی ہوئی تو اعتراض نہ رہا۔

(۲) یہ فضیلت جزئی ہے فضل کلی نہیں ہے۔ بعضے اعتبار سے افضل ہونا فضل کلی کے منافی نہیں اور میرے نزدیک تقریر مذکور کے اعتبار سے وجہ اول قوی اور بے تکلف ہے اور دوسری وجہ بھی معقول ہے جس کو اہل علم اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں۔ (جاری ہے)

قسط : ۲

توہینِ رسالت

اور

گستاخانِ رسول ﷺ کا بدترین انجام

﴿ حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی ﴾

گستاخانِ رسول ﷺ کے واقعات :

اب ذیل میں گستاخانِ رسول ﷺ کے واقعات لکھے جاتے ہیں :

(۱) خسرو پرویز کا قتل اور اُس کی حکومت کا خاتمہ :

فارس ایران کا پرانا نام ہے۔ یہ اپنے زمانہ کی بڑی طاقتور حکومت تھی۔ رقبہ کے لحاظ سے بہت وسیع سلطنت تھی جس کی سرحد ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی، جنوبی عرب میں یمن پر اِس کا گورنر حاکم تھا۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ''خسرو پرویز'' ایران کا بادشاہ تھا جس کا لقب کسریٰ تھا، آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کا نامۂ مبارک بحرین کے حاکم شجاع بن وہب کے ذریعہ کسریٰ کو پہنچائیں، چنانچہ اُنہوں نے حضورِ اقدس ﷺ کا نامۂ مبارک کسریٰ کو پہنچایا، جو یہ تھا :

نامۂ مبارک کا ترجمہ :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ کی طرف سے

کسریٰ عظیم فارس کے نام

سلام ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے اور جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ جو لوگ زندہ ہیں اُن تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا جائے، پس تم اسلام لاؤ سالم رہو گے اور اگر انکار کرو گے تو تمام مجوس (آتش پرستوں) کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا۔

خسرو پرویز کی ناراضگی :

کسریٰ کے دربار میں جب یہ نامہ مبارک پڑھا گیا تو خسرو پرویز سخت غصہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کا اسمِ گرامی اپنے نام سے پہلے دیکھ کر مشتعل ہوگیا اور طیش میں آکر خط پھاڑ دیا اور کہا میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔ اِس نے ہمیں عرب سمجھ رکھا ہے (نعوذ باللہ) میرا غلام ہوکر اِس مضمون کا خط لکھنے کی جرأت کی ہے۔ اُس نے یمن کے گورنر باذان کو حکم نامہ لکھوایا کہ دو طاقتور آدمی بھیج کر اِس مدعی نبوت کو گرفتار کر کے ہمارے حضور روانہ کیا جائے اور حضور ﷺ کے سفیر حضرت عبداللہ بن حُذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو دربار سے نکل جانے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ اُسی وقت دربار سے سُوئے مدینہ روانہ ہوئے اور جو کچھ دیکھا سنا تھا بیان کر دیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

''جس طرح اُس نے میرے خط کو پرزے پرزے کیا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے فرمادے گا''۔

کچھ دن بعد یہ بھی ارشاد فرمایا :

''کسریٰ مر گیا اور اب اُس کے بعد نہ ہوگا کسریٰ، جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہ ہوگا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم دونوں سلطنتوں کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کروگے''۔

کسریٰ کے حکم کے مطابق گورنر یمن باذان نے دو طاقتور فوجی روانہ کیے۔ اُن میں ایک کا نام بابویہ اور دوسرے کا نام خرِ سرو تھا، ایک خط کے ساتھ مدینہ بھیجے۔ یہ دونوں مدینہ پہنچے اور جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں وہ خط پیش کرنے آئے تو خوف سے تھر تھر کانپنے لگے۔ حضور ﷺ نے جب اُن پر نظر ڈالی تو فرمایا افسوس ہے تمہاری اِس حالت پر (کیونکہ دونوں کی ڈاڑھیاں صاف اور مونچھیں متکبرانہ انداز میں بل دی ہوئی تھیں) تمہیں کس نے یہ صورت بنانے کا حکم دیا ہے؟ عرض کیا ہمارے رب (کسریٰ بادشاہ) نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! میرے رب نے مجھے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں چھوٹی کرانے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا اگر آپ نے کسریٰ کے پاس چلنے سے انکار کیا تو وہ آپ کو اور آپ کی پوری قوم کو ہلاک کردے گا۔ فرمایا اب جاؤ کل آنا۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو مطلع کر دیا کہ کسریٰ کو اُس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے دونوں قاصدوں کو طلب فرمایا اور اُن کے آنے کے بعد فرمایا کہ میرے رب کے حکم سے تمہارا آقا قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ کسریٰ کی سلطنت تک یہ دین پھیلے گا اور باذان کو پیغام بھیجا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اسے یمن پر حاکم برقرار رکھا جائے گا۔ خرِخسرو کو ایک پٹکا جو سونے اور چاندی کا بنا تھا عطا فرمایا۔

بابویہ نے کسریٰ کے قتل کی تاریخ لکھ لی۔ یمن پہنچ کر باذان کو بتایا کہ اُن کی باتیں کسی بادشاہ کی نہیں بلکہ نبی کی معلوم ہوتی ہیں۔ طے ہوا کہ اگر دُرست نکلیں تو عمل کریں گے۔ چند دن بعد شیرویہ کا فرمان باذان کو ملا کہ کسریٰ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ یمن میں اِس کی اطاعت کا عہد لے اور حضور اکرم ﷺ سے کوئی باز پرس نہ کرے۔ اِس طرح رسول اللہ ﷺ نے جو خبر دی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ کسریٰ کے تخت پر اُس کا بیٹا شیرویہ قابض ہوا جس کی حکومت چھ ماہ سے زیادہ نہ چل سکی، اِس طرح کسریٰ پرویز کے قتل کے بعد اُس کی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا اور بالآخر چار سو سال پرانی سلطنت کا چراغ اسلامی افواج کے ہاتھوں گُل ہو گیا اور آنحضرت ﷺ کی مذکورہ پیشن گوئی آٹھ سال کے اندر اندر پوری ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایران کا حاکم بنا دیا۔

فائدہ : حضور اکرم ﷺ کے نامہ مبارک کو پھاڑنے اور حضور پر اظہارِ ناراضگی کی گستاخی کا انجام یہ ہوا کہ کسریٰ پرویز اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہوا اور اُس کی سلطنت بھی ختم ہو گئی۔

فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَارِ! اے عقل والو عبرت حاصل کرو!

(۲) کعب بن اشرف یہودی کا قتل :

آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں میں ایک یہودی کعب بن اشرف بھی تھا۔ یہ شاعر ہونے کے علاوہ بڑا مالدار یہودی تھا۔ غزوۂ بدر میں قریش کی شکست کا اِس کو یقین نہ آتا تھا۔ جب حقیقت معلوم ہوئی تو اُس نے کہا قریش کے سردار جو حرم کے نگہبان اور عرب کے بادشاہ ہیں اُن کی موت کے بعد ہم جیسوں کا زمین پر چلنے پھرنے سے مرجانا بہتر ہے۔

مکہ مکرمہ گیا اور قریش کے غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے سرداروں کے ماتم میں قریش کے ساتھ شریک ہوا اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا رہا اور مشرکوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اُکساتا رہا۔ مدینہ منورہ واپس آکر نئے جوش اور جذبے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی توہین میں منہمک ہو گیا۔ مسلمانوں کی دِل آزاری کی خاطر اُن کی بیبیوں کا نام لے کر عاشقانہ اشعار کہنے لگا۔ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ کون ہے جو مجھے اِس

کے شر سے نجات دلوائے؟ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حامی بھر لی اور عرض کیا اِس کوشش میں اگر کوئی بات بے ادبی اور بظاہر ایمان کے خلاف ہو تو جائز ہوگی؟ فرمایا تمہیں اجازت ہے۔

چنانچہ منصوبہ بنایا گیا، ابونائلہ جو کعب بن اشرف کے دودھ شریک بھائی تھے اور حضرت عباد بن بشر اور حضرت ابوعبس بن جبیر کو اِس میں شریک کیا گیا۔ منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ کعب کے پاس گئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئی، ایک دوسرے کو اپنے اپنے اشعار بنائے۔ جب اعتماد کی فضا بن گئی تو کہا میں ایک ضرورت سے آیا ہوں اگر رازداری کا عہد کرو تو بیان کروں، اُس نے جواب دیا کیا تم اپنے بھائی پر بھی اعتماد نہ کروگے؟ فرمایا اِس شخص (رسول اللہ ﷺ) نے ہم سے صدقہ طلب کیا ہے جو ہمارے لیے مشقت کا باعث ہے، ہم پر احسان کرو کچھ غلہ، کھانے پینے کی چیزیں ہمیں دو، ہم اِس کے بدلے کچھ نہ کچھ رہن رکھیں گے۔ پوچھا کیا اپنی بیویوں کو گروی رکھوگے؟ نہیں اِس میں بڑی رُسوائی ہوگی، چلو بچوں کو رہن رکھ دو، یہ بات بھی ذلت کا باعث ہوگی، تم احسان سے کام لو، اگر رہن ہی رکھنا ہے تو ہمارے ہتھیار رکھ لو اِس سے غلہ کی قیمت بھی ادا ہو جائے گی۔ کعب نے رضامندی ظاہر کی۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہا ہتھیار سجالو، پھر سب مل کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں بقیع الغرقد تک چھوڑ دیا اور فرمایا اللہ کے نام پر اُس کی مدد کے بھروسے چلے جاؤ، وہ سب کعب کے قلعہ پر پہنچے اور محمد بن مسلمہؓ نے آواز دی۔ ہر چند اُس کی نئی دُلہن روکتی رہی لیکن وہ تو رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں اندھا ہوا جارہا تھا کہا جواں مرد تو وہ ہے جب رات میں بھی اُس کو نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو دیر نہ کرے۔ اُس کے آنے کے بعد دونوں کچھ دیر آپس میں باتیں کرتے رہے اور کہا ہواؤں میں کس قدر خوشبو مہک رہی ہے؟ اے ابن اشرف یہ اِس تیل کی مہک ہے جو تم نے سر میں لگایا ہے، سر پکڑ کر خوشبو کو سونگھنے لگا، وہ بڑا خوش ہوا، یہ دیکھ کر اُس کے بال مضبوطی سے جکڑ لیے اور آواز دی اِس دشمن خدا اور دشمن رسول ﷺ کا کام تمام کردو۔ ہر طرف سے تلواریں پڑنے لگیں، حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اپنا چھوٹا خنجر اُس کی ناف میں گھونپ دیا اور اُس نے زور کی چیخ ماری۔ جلدی سے آپ نے اِس لعین کا سر کاٹا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بقیع غرقد کے قریب پہنچے تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا نعرہ لگایا۔ آواز حضور ﷺ تک پہنچی تو سمجھ گئے کہ کام تمام ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی۔

صبح یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اِس قتل پر اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ اِرشاد ہوا تم کعب

کے اشعار اور اُس کے گستاخانہ انداز اور کھلی مخالفت سے خوب واقف ہو، اگر تم معاہدے پر قائم رہو تو پھر کسی سے کوئی عداوت نہیں۔

فائدہ : کعب بن اشرف یہودی نے حضور ﷺ کی شان میں حد سے زیادہ گستاخی کی اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔

(۳) ابو رافع گستاخ رسول کا انجامِ بد :

ابو رافع اسلام دشمنی میں کعب بن اشرف کا معین اور مددگار تھا۔ اس کا نام عبداللہ تھا جو اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کا بھائی تھا۔ بہت مالدار تاجر تھا اور خیبر میں اپنے قلعہ میں رہتا تھا۔ ابو رافع اِس کی کنیت تھی۔ رسولِ خدا ﷺ اور مسلمانوں کی دشمنی میں پیش پیش تھا۔

کعب بن اشرف کو جہنم رسید کرنے کا شرف قبیلہ اَوس کے حصہ میں آیا تھا۔ ایسا ہی اعزاز قبیلہ خزرج کے لوگ بھی حاصل کرنا چاہتے تھے، آخر ابو رافع پر اُن کی نظر پڑی۔ حضور ﷺ سے اجازت لے کر حضرت عبداللہ بن عتیک، مسعود بن سنان اور عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اِس کام کو انجام دینے کا بیڑہ اُٹھایا۔ اس جماعت کا امیر حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا۔ خیبر میں اُس کے قلعہ کے قریب شام کے وقت پہنچے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں کسی نہ کسی ترکیب سے قلعہ کے اندر جاؤں گا۔ اندھیرا پھیلنے لگا تو حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ قلعہ کی فصیل کے قریب ایسے بیٹھ گئے جیسے قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہوں، دربان نے سمجھا اپنا ہی آدمی ہے، دروازہ بند کرنے کا وقت آیا تو آواز دی اندر آجاؤ یہ سنتے ہی وہ قلعہ میں داخل ہو کر لوگوں میں شامل ہو گئے۔

ابو رافع بالا خانے پر رہتا تھا۔ رات گئے قصہ خواں اُس کے پاس جمع رہتے تھے۔ جب یہ محفل برخواست ہو گئی تو دربان نے تمام دروازے بند کیے اور چابیوں کو ایک طاق میں رکھ کر خود بھی سو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے دربان کو غافل پایا تو کنجیاں اُٹھالیں۔ قلعہ کے ہر کمرے کا اندرونی تالا کھولتے اور اُسے اپنے پیچھے بند کر لیتے تاکہ اگر کوئی اندر داخل ہونا چاہے تو راستہ نہ پا سکے۔ آخر وہ اُس مقام پر پہنچ گئے جہاں ابو رافع اپنے بچوں کے ساتھ سویا ہوا تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا، اُنہوں نے آواز دی ابو رافع! جواب ملا کون ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آواز کے رُخ پر تلوار سے وار کیا بدحواسی میں وار

اُو چھا پڑا۔ ابو رافع نے شور مچایا۔ کچھ وقت گزرا تو آواز بدل کر پوچھا یہ شور کیسا ہے؟ ابو رافع نے جواب دیا کوئی میرے کمرے میں گھس آیا ہے اور مجھ پر وار کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ ؓ قریب پہنچے اور تلوار اُس کے پیٹ میں گھونپ دی جو آر پار ہوگئی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں دروازہ کھولتا ہوا آخری زینے تک پہنچا سمجھا کہ زمین آگئی ہے آگے بڑھا تو بلندی سے نیچے گر پڑا اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ عمامہ نکال کر اِسے باندھ لیا اور ساتھیوں کے پاس فصیل کے باہر پہنچ گیا۔ اِن سے کہا تم جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کو خوشخبری سناؤ، میں صبح اس کی موت کی تصدیق کے بعد آؤں گا۔

مرغ نے بوقت فجر اذان دی تو منادی نے قلعہ سے اعلان کیا کہ کسی نے ابو رافع کو قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر میں خوش خوش مدینہ منورہ آیا، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے پنڈلی کی ٹوٹی ہڈی پر لعاب دہن لگایا جو اچھی ہوگئی۔

فائدہ : ابو رافع گستاخ رسول ہی نہیں تھا بلکہ قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اُبھارا بھی کرتا تھا۔ اُن کی ہر طرح مدد کرتا تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کی سلامتی کے لیے ایسے مجرم کا خاتمہ بہت ضروری تھا۔ بہرحال ابو رافع حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی سزا پا کر ہمیشہ کے لیے جہنم میں گیا۔

(۴) یہودیہ عَصْمَاء شاعرہ کا انجام :

بنی خطمہ میں ایک یہودیہ عصماء نامی عورت شاعرہ تھی۔ اُس نے اپنی شاعری کا رُخ مسلمانوں کی ہجو کی طرف موڑ دیا تھا خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی شان میں بڑے گستاخانہ اشعار کہتی تھی اور لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی پر اُبھارتی تھی اپنے ایّامِ ماہواری کے گندے کپڑے مسجد میں ڈالا کرتی۔ حضور ﷺ ابھی غزوہ بدر سے واپس نہ ہوئے تھے کہ اُس نے اپنے اشعار میں حضور ﷺ کی شان میں ہجو اور گستاخی شروع کر دی۔ ایک نابینا صحابی عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے سنا تو دل میں عہد کر لیا کہ اگر حضور ﷺ غزوۂ بدر سے بسلامت واپس تشریف لائے تو میں اِس شاعرہ کی زبان بند کروں گا۔ الحمد للہ حضور ﷺ بدر سے فاتحانہ تشریف لائے تو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنی منت پوری کرنے کے لیے تلوار لے کر نکلے۔ رات کے وقت اُس کے گھر میں داخل ہوئے، راستہ ٹٹولتے ٹٹولتے اُس کے قریب پہنچے، بچہ اُس کی چھاتی سے لگا ہوا تھا اُسے ایک طرف کیا اور تلوار دل میں چبھو دی وہ آواز تک نہ نکال سکی اور مر گئی۔

صبح نماز مسجد نبوی میں ادا کی اور حضور ﷺ کو اِس کی اطلاع دیتے ہوئے عرض کیا، کیا مجھ سے کوئی مواخذہ تو نہیں ہوگا؟ فرمایا: نہیں۔ حضور ﷺ کے پاس سے عمیر رضی اللہ عنہ لوٹ رہے تھے تو عصماء کے لڑکے نے کہا یہ ہماری ماں کا قاتل ہے۔ جواب میں کہا بیشک میں نے ہی اِسے قتل کیا ہے اور اگر کسی نے پھر ایسی جرأت کی تو اُسے بھی موت کا مزہ چکھاؤں گا۔

حضور ﷺ نے لوگوں سے فرمایا : اگر کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا ہو جس نے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی غائبانہ مدد کی ہو تو وہ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

یہ بھی ارشاد ہوا کہ اِن کو نابینا نہ کہو یہ بینا اور بصیر ہیں۔ وہ بیمار ہوئے تو عیادت کے لیے جاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے بنی واقف کے بینا کی عیادت کے لیے لے چلو۔

(۵) یہودی شاعر کا قتل :

قبیلۂ بنی عمرو بن عوف میں ابو عفک ایک شاعر تھا۔ اس کی عمر ۱۲۰ سال تھی، ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور ہجو کرتا تھا۔ اپنی قوم کے جذبات کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارتا تھا۔ بدر کی فتح سے بھی کوئی سبق نہ لیا بلکہ اِس کی گستاخی کچھ اور ہی بڑھ گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کون ہے جو میری عزت و حرمت کے لیے اِس کی زبان بند کردے؟ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ رات آئی تو اپنے کام پر روانہ ہوئے۔ ابو عفک اپنے گھر کے صحن میں غفلت کی نیند سو رہا تھا، تلوار اُس کے سینے کے پار کردی اور اُس کا کام تمام کردیا۔ (یہاں تک تمام واقعات بعد ترمیم سیرتِ احمد مجتبیٰ ﷺ سے ماخوذ ہیں)

فائدہ : حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کا دُنیا میں یہ انجام ہوا کہ عصماء اور ابو عفک دونوں قتل ہوئے اور اُن کی دُنیا و آخرت دونوں برباد ہوئیں، گستاخی کرنے والے عبرت لیں۔ (جاری ہے)

قسط : ۳ ، آخری

شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین، ولی اللّٰہی سلسلہ کے امین، مدنی علوم و معارف کے وارث، علم و معرفت کے بحر مواج، مسند ولایت کے صدر نشین، سیادت و قیادت کے آفتاب، امیر الہند، فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنیؒ کی شخصیت و خدمات نظر قارئین کی جارہی ہیں۔ (ادارہ)

حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنیؒ کی شخصیت و خدمات

﴿ حضرت مولانا مفتی سیّد محمد مظہر صاحب اسعدی ﴾

حضرت امیر الہندؒ بحیثیت شیخِ طریقت :

آپؒ کے بارے میں پوری دُنیا بالخصوص پاکستان کے عوام بلکہ بعض علماء بھی یہ سمجھتے ہیں کہ آپ عالمِ اسلام کے صرف سیاسی رہنما تھے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی خدمات کا تسلسل تھے۔ یہ تأثر صرف اُنہیں لوگوں تک ہے جنہوں نے آپ کو قریب کی نگاہ سے نہیں دیکھا یا آپ کی رفاقت میں کوئی ماہ رمضان المبارک نہیں گزارا۔

اللہ کے فضل و کرم سے جیسے آپ حضرت شیخ الاسلامؒ کی زندگی میں دارالعلوم دیوبند کے کامیاب ترین اُستاد تھے اِسی طرح آپ نے اپنے والد گرامی حضرت شیخ الاسلامؒ کی رفاقت میں پچیس سال تک ماہ رمضان گزارے اور اُن سے منازل سلوک طے کیں۔ اپنے تمام اسباق ذکر، اَوراد و وظائف مکمل کیے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اپنے والد گرامی شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ کی رِحلت کے بعد اُن کے خلفاء نے باتفاق رائے عظیم منصب جانشینی شیخ الاسلام کے لیے چنا۔

اندازِ تربیت اصلاحِ باطن :

جس طرح حضرتِ اقدسؒ کے زمانہ میں سینکڑوں لوگ ماہِ رمضان میں آپ سے اصلاحِ باطن اور اوراد و وظائف کی تکمیل کے لیے اور پورے ماہِ صیام کو اتباع سنت کے مطابق گزارنے کے لیے آتے تھے اِسی طرح

بحمد اللہ آپ کے ماہِ صیام کے معمولات بھی جہاں مکمل اتباعِ سنت کا مظہر تھے وہاں حضرت شیخ الاسلامؒ کے معمولات کا تسلسل بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں علماء و مشائخ بھی ہر سال آپ کی رفاقت میں رمضان گزارتے اور زندگی کے مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں عقیدت مند آپ کے پاس اصلاحِ باطن کی غرض سے ہر سال رمضان گزارتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی وفات کے بعد بیالیس سال سے خانقاہِ مدنیہ پوری آب و تاب سے آباد ہے۔ بیالیس سالہ عرصہ میں اِکتالیس ماہِ صیام آپ نے دیوبند کی سرزمین پر گزارے ہیں جبکہ ایک ماہِ صیام آپ نے ۱۹۹۷ء میں بنگلہ دیش کے عوام کے شدید اِصرار پر ڈھاکہ میں گزارا۔ ڈھاکہ میں آپؒ کے معمولات ماہِ صیام اور شرکاء کی تعداد دیکھ کر حضرت شیخ الاسلامؒ کے بعض اجل خلفاء بار بار یہ کہتے تھے کہ اِس سال تو حضرت شیخ الاسلامؒ کے سلہٹ کے ماہِ صیام کے معمولات کی یاد تازہ ہوگئی۔ آخیر عشرہ میں متوسلین کی تعداد ایک ہزار سے بھی متجاوز ہوگئی۔ ویسے تو بندہ نے حضرت امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دیوبند میں بھی کئی ماہ رمضان آپ کی خدمت میں رہ کر گزارے۔ حسنِ اتفاق سے ڈھاکہ میں بھی ماہِ رمضان آپ کی خدمت میں گزارا۔

حضرت اقدس شیخ الاسلامؒ کے معمولات کے بارے میں جو کچھ پڑھا اور سنا تھا۔ آپ کے معمولات کو دیکھ کے ایسا محسوس ہوا کہ آج شیخ الاسلامؒ کو دیکھ لیا۔

حضرت فدائے ملتؒ کے معمولاتِ ماہِ رمضان کی تفصیل :

ویسے تو ہمارے تمام اکابر ماہِ رمضان کا خوب اہتمام کرتے اور اتباع سنت میں پوری کوشش فرماتے کہ ماہِ رمضان کی راتوں کو زندہ کیا جائے۔ حضرت اقدس شیخ الاسلامؒ کا ماہِ رمضان دُنیوی مصروفیات سے بالکل الگ تھلگ مکمل انہماک و استغراق، ذکر، تلاوت، نوافل اور قدرے جسمانی آرام پر مشتمل ہوتا تھا۔ جانشین شیخ الاسلامؒ کے ماہِ رمضان کے معمولات درج ذیل حدیث مبارکہ کا عکس کامل تھے۔ جس شخص نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا اور رمضان کی راتوں کو زندہ کیا اُس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

آغازِ معمولات :

آپ کے معمولات کا آغاز ۲۹ر شعبان بعد نمازِ عصر شروع ہو جاتا تھا۔ تراویح میں مقرر حافظ اور سامع کے پارہ کو دَور کی شکل میں سننا مغرب تک معمول رہتا۔ اگر چاند نظر آجائے تو معمولات کا تسلسل رہتا تھا ورنہ

۳۰ رشعبان سے بعد نمازِ عصر ہی تلاوت دوبارہ سنی جاتی اور نمازِ عشاء تاخیر سے ادا کیے جانے کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔ نمازِ مغرب وعشاء میں وقفہ تقریباً دو گھنٹے کا ہوتا تھا اِس وقفے کے دوران شام کا کھانا اور کچھ آرام بھی شامل ہوتا تھا۔ نمازِ عشاء کی ادائیگی کے متصل بعد تراویح کا آغاز ہوجاتا تھا۔ دورانِ تراویح ہر چار رکعات کے بعد جتنی دیر میں یہ چار رکعت ادا ہوتیں اُتنا ہی اِس میں وقفہ ہوتا تھا۔ وقفہ میں سہولت کے ساتھ ہر شخص تلاوت، اَذکار و آرام کے لیے آزاد تھا۔ ۲۰ تراویح تین گھنٹہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچتی۔

نوٹ : تراویح کے بعد ہی نہایت الحاح وزاری سے اجتماعی دُعا ہوتی تھی۔ وتر کی ادائیگی کے بعد انفرادی دُعا ہوتی تھی۔ وتر کی ادائیگی کے بعد حضرتِ اقدس امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ اپنی مختصر دُعا کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ تمام ذاکرین وسالکین وشرکاء حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے۔

اُس وقت آپ کی موجودگی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی معروف تصنیف ''اکابر کا رمضان'' کا کچھ حصہ پڑھا جاتا تھا جس کو عام طور پر آپ کے نہایت بااعتماد رفیقِ خاص حضرت شیخ الاسلامؒ کے خلیفہ حضرت مولانا سید محمود صاحب پڑھتے تھے۔ اس تعلیم میں تقریباً بیس منٹ صرف ہوتے تھے۔ اِس کے بعد حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ ذاکرین سے فرماتے کہ سب اپنے اپنے اذکار میں مصروف ہوجائیں۔ تمام سالکین آپ کی نگرانی میں ذکر شروع کر دیتے تھے اِس دوران روشنی مکمل طور پر بند کر دی جاتی تھی۔ یہ مجلس ذکر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہتی۔ اس مجلسِ ذکر سے کچھ دیر بعد آپ حلقۂ ذکر سے اُٹھ جاتے۔ باہر سے آنے والے وفود جنہوں نے حضرت امیر الہندؒ سے پہلے سے وقت لیا ہوتا تھا وہ حاضر ہوکر اپنے مسائل پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔ یہ وقت ملاقات کم و بیش ایک گھنٹہ ہوتا تھا، اُدھر مجلس ذکر کے اختتام کے بعد ایک گھنٹہ کے لیے وقفہ ہوتا جس میں ذاکرین تازہ طہارت سے فراغت کے بعد چائے وغیرہ نوش کرتے تھے۔ اِس کے بعد نماز تہجد میں مقررہ حافظ باری باری اپنے سامع کے ساتھ تہجد باجماعت شروع کر دیتے۔ شرکاء اپنی مرضی واختیار کے ساتھ اِس جماعت میں شامل ہوتے تھے۔

نوٹ : یہ بات ملحوظ رہے کہ نماز تہجد کی جماعت میں شمولیت کے لیے کسی کو بھی دعوت نہیں دی جاتی حتی کہ آرام میں مصروف حضرات کو بھی بیدار نہیں کیا جاتا تھا۔

یہ تہجد کا معمول بھی تقریباً تین گھنٹے جاری رہتا تھا جس میں عام طور پر چار سے پانچ پارے تلاوت ہوتے تھے۔ نماز تہجد کے اختتام پر تقریباً آٹھ دس منٹ تک دُعا ہوتی تھی جس میں گریہ وزاری کا دِلدوز منظر ہوتا تھا۔ اس

کے فوری بعد سحری کے لیے دستر خوان لگادیئے جاتے اور اعلان ہوجاتا تھا کہ تمام شرکاء سحری تناول کرلیں۔ سحری کے کھانے میں خوب فیاضی کا منظر ہوتا تھا جس میں عام طور پر قورمہ، سبزی کا سالن اور چاول، دہی دستر خوان کی زینت ہوتے تھے۔ اِس موقع پر بھی حضرتِ اقدس امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ بنفس نفیس تشریف فرما ہوتے تھے۔ آپ سحر کے تناول کے لیے اُس وقت تک تشریف فرما نہیں ہوتے جب تک کہ تمام شرکاء کے سامنے کھانا نہیں پہنچ جاتا۔ یہ کھانا پورا کا پورا خانقاہِ مدنیہ یعنی حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ہی ہوتا تھا۔ تمام شرکاء کو آپ ذاتی مہمان سمجھتے تھے۔

نوٹ : شرکاء کی تعداد اول عشرہ میں چار سو سے پانچ سو تک ہوتی تھی۔ اِس میں اضافہ ہوتا رہتا حتی کہ دوسرے عشرہ کے نصف میں ایک ہزار سے متجاوز ہوجاتی اور یہ تعداد اختتامِ رمضان تک برقرار رہتی تھی۔ بالفاظ دیگر کہ جو یہاں آیا وہ اختتام رمضان تک واپس نہ گیا۔

سحری سے فراغت کے بعد فوری فجر کی اذان کا وقت ہوجاتا۔ نمازِ فجر اول وقت یعنی اذان فجر کے پندرہ منٹ بعد ادا کی جاتی۔ نمازِ فجر کے بعد تمام ذاکرین وسالکین آزاد ہوتے تھے یعنی تلاوت، ذکر اور مراقبہ میں اشراق تک مشغول رہتے اور ادائیگی اشراق کے بعد آرام کرتے تھے۔

نمازِ ظہر سے کچھ دیر قبل عام طور پر تمام ذاکرین سالکین آرام سے فراغت حاصل کرلیتے تھے اور نماز ظہر کی تیاری کرتے، مسجد میں پہنچ کر تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوجاتے۔

نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد دو حلقے ہوتے تھے، ایک حلقہ حضرتِ اقدس امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوتا تھا جس کے شرکاء اپنے اذکار کے اسباق اور کیفیات تحریری طور پر پیش کرتے اور حضرت اقدسؒ اسی ترغیب سے فرداً فرداً علیحدگی میں اُن کے جوابات ارشاد فرماتے تھے۔

دوسرا حلقہ حضرت مولانا سید محمود صاحب کے ہاں ہوتا، اِس حلقہ میں حضرت مولانا محترم ''امداد السلوک'' مصنفہ فقیہِ اُمت، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کو تعلیماً سناتے تھے۔ یہ سلسلہ تقریباً گھنٹہ بھر جاری رہتا تھا، اس کے بعد شرکاء انفرادی طور پر تلاوتِ کلام پاک میں مشغول ہوجاتے جبکہ حفاظ کرام اپنی منزل کے دَور میں منہمک ہوجاتے۔

حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ عام طور پر اُس وقت تلاوتِ کلام پاک میں مصروف رہتے تھے یہاں تک کہ

نمازِ عصر کا وقت ہوجاتا۔ادائیگی نماز کے بعد فوراً آپ نمازِ تراویح کے لیے متعین حفاظ کرام کا دَور سماعت فرماتے تھے۔اِس تلاوت کی سماعت کے لیے اکثر شرکاء اپنی خواہش پر موجود ہوتے۔یہ دَور وقتِ افطار سے پانچ منٹ قبل ختم ہوجاتا تھا۔

مسجد میں خدام افطار کے لیے دسترخوان بچھا چکے ہوتے تھے۔حاضرین کو بذریعہ اعلان دسترخوان پر افطار کے لیے پہنچنے کے لیے بلایا جاتا تھا۔اِس موقع پر بھی فیاضی کا منظر ہوتا تھا۔کھجور کے ساتھ ساتھ جہاں دسترخوان پر فروٹ چاٹ ہوتی وہاں بھنے ہوئے چنے یا مٹر اور سموسے بھی ہوتے تھے۔اِس افطار کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ ہر روزہ دار کو مدینہ منورہ کی کھجور اور ایک بڑا ڈبہ آبِ زم زم کا ملتا۔

نوٹ : اِس افطاری میں آٹھ دس منٹ صَرف ہوتے تھے،اس کے بعد نمازِ مغرب کی ادائیگی کا عمل شروع ہوجاتا تھا۔نمازِ مغرب کی سنن ونوافل کے بعد فوراً کھانے کے لیے دسترخوان لگادیا جاتا تھا۔اِس موقع پر بھی فیاضی کا وہی منظر ہوتا جو کہ سحری کے وقت ہوتا تھا۔البتہ اس کھانے میں سادہ چاولوں کی بجائے بریانی یا گوشت پلاؤ کا بطورِ خاص اہتمام ہوتا تھا۔

نوٹ : یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ سحری اور افطاری کے وقت کمزوروں اور بیماروں کے لیے ہر ایک کی طبیعت کے مطابق کھانا فراہم کیا جاتا تھا۔یہ پرہیزی کھانے حضرتِ اقدس امیر الہند ؒ کی اہلیہ محترمہ بذاتِ خود یا اپنی بہوؤں سے اپنی نگرانی میں تیار کرواتی تھیں جس طرح کہ کمزوروں اور بیماروں کے لیے خوراک کا اہتمام ہوتا اِسی طرح خانقاہ کے مہمانوں کے ایمرجنسی علاج کے لیے ایک ماہر طب اور ایک ماہر ڈاکٹر (میڈیکل و ہومیو پیتھک) کا بھی انتظام ہوتا تھا (حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ ؒ اِس دارِ فانی سے ۲۳ ستمبر ۲۰۰۰ء کو رِحلت فرما گئی تھیں)۔

حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ ؒ کا خاص ذوق یہ بھی تھا کہ تراویح کے بعد اُس وقت تک آرام نہ کرتیں جب تک اپنے بیٹوں سے یہ نہ پوچھ لیتیں کہ خانقاہ میں جاؤ اور معلوم کرو کسی شخص کو کسی قسم کی ضرورت مثلاً بستر،خوراک وغیرہ ہو تو اُس کو فراہم کی جاتی۔اس اطمینان کے بعد سوتیں۔

اس کے بعد شرکاء کچھ دیر تقریباً ایک گھنٹہ آرام کرتے اور عشاء کی نماز کی تیاری میں مشغول ہوکر حسبِ سابق معمولات میں مشغول ہوجاتے تھے۔

نوٹ : زنان خانہ میں بھی مستورات کے لیے تراویح کا اہتمام ہوتا تھا جس کی امامت مرد حفاظ قرآن کرواتے تھے اور وہ پردے میں پڑھتے تھے۔ عام طور پر آپ کے خاندان کا ہی کوئی حافظ یہ فریضہ انجام دیتا۔

یہ معمولات ماہِ صیام کی ہر شب میں جاری رہتے تھے۔ تمام شرکاء ماہِ رمضان کی ہر شب کو خانقاہِ مدنیہ میں لیلۃ القدر کی طرح گزارتے تھے۔ اکثر ذاکرین وسالکین سے ہر دن گزارنے کے بعد یہ دُعائیہ جملے سننے میں آتا رہتا کہ اے اللہ یہ پورا ماہِ رمضان نصیب فرمادے۔ معلوم نہیں کہ آئندہ نصیب ہوگا یا نہیں اور ایک دوسرے کو تلقین کرتے ہوئے نظر آتے کہ جو وقت ملا ہے اِس کی قدر کرو۔

حضرتِ اقدس امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ بھی ماہِ رمضان کے جمعوں میں بیان فرماتے ہوئے خصوصیت سے یہ اِرشادِ نبوی ﷺ دہراتے تھے کہ ''جس شخص نے تندرستی میں ماہِ رمضان کو پایا اور خوب عبادت کرکے راتوں کو زندہ نہ کیا اور اپنی بخشش نہ کرواسکا، وہ بڑا ہی بدنصیب ہے۔''

حالتِ اعتکاف :

یہاں خانقاہ میں ماہِ رمضان کی ہر رات لیلۃ القدر کا سماں پیش کرتی تھی اس لیے حالتِ اعتکاف کے معمولات کا خاص فرق نہیں ہوتا البتہ معتکفین پر ماہِ رمضان کی جلد جدائی کا صدمہ نمایاں نظر آتا تھا۔

اختتام ماہِ رمضان چاند نظر آنے پر چاند رات کو بھی اسی فکر کے ساتھ گزارا جاتا تھا اِس رات میں گریہ و زاری اپنے عروج پر ہوتی تھی۔ نمازِ فجر کے بعد مہمان نمازِ عید الفطر کی تیاری میں مصروف ہوتے۔ عیدگاہ جانے سے قبل تمام مہمانوں کو مختصر سا ناشتہ دیا جاتا تھا جس میں عام طور پر مدینہ منورہ کی کھجور، دودھ میں بنائی ہوئیں سویاں، پستہ وبادام سے مرصّع ہوتی تھیں، چائے بھی دی جاتی تھی۔

عید الفطر کا دن دیوبند میں مسلمانوں کی اعلیٰ عظمت کا نقیب ہوتا تھا۔ ہزاروں لوگوں کی آرزو اور تمنا کا لحاظ رکھتے ہوئے مشائخ، علماء اور آئمہ کے اصرار پر حضرتِ اقدس امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ نمازِ عید الفطر کی امامت عیدگاہ میں فرماتے تھے۔ اس عظیم اجتماع کو دیکھ کر حرمین شریفین کے حج کی یاد تازہ ہوجاتی۔

مکتوباتِ گرامی شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ
بنام حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب سیتاپوری رحمہ اللہ
سابق مفتی و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور

﴿ ترتیب : حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب ﴾

باسمہ تعالیٰ !

شیخ الادب والفقہ اُستاذ العلماء حضرت مولانا محمد اعزاز علی رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند کے وہ مایہ ناز فرزند تھے جن پر دارالعلوم کو ہمیشہ فخر رہے گا۔ آپ ۱۳۲۱ھ میں دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہوئے۔ دیگر چند مدارس میں تدریس کے بعد ۱۳۳۰ھ میں آپ کا تقرر دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس ہوا۔ آپ اپنی ماہرانہ تدریسی خدمات کی وجہ سے بہت جلد طلباء میں مقبول اور ہر دلعزیز ہو گئے۔ اور آپ کے درس نے بالآخر وہ مقبولیت حاصل کی کہ آپ ''شیخ الادب والفقہ'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کو شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کی عدم موجودگی میں متعدد بار بخاری شریف پڑھانے کا موقع بھی ملا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء کی اخلاقی تربیت اور نگرانی کا آپ کو خاص ذوق تھا جس سے طلباء کو بے انتہا فائدہ پہنچا اور زندگی بھر طلباء آپ کو یاد رکھتے رہے۔ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب طالب علم وہ ہوتا تھا جو یکسوئی کے ساتھ اپنے تعلیمی مشاغل میں لگا رہے اور سب سے زیادہ مبغوض وہ ہوتا تھا جو غیر تعلیمی مشاغل میں لگ کر پڑھنے میں تساہل کرے۔ ۴۴ ربرس کی طویل مدت تک دارالعلوم میں آپ کا فیض جاری رہا، اِس دوران ہزاروں طالبانِ علم نے آپ سے بھرپور استفادہ کیا۔

جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ہے کہ حضرت رحمہ اللہ کا اُن طلباء سے خصوصی تعلق ہوتا تھا جو صرف اپنے تعلیمی مشاغل میں منہمک رہتے اور یکسوئی کے ساتھ حصولِ علم میں مصروف رہتے تھے۔ انہی طلباء میں ہمارے ممدوح اُستاذ العلماء شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی عبد الحمید صاحب سیتاپوری رحمہ اللہ بھی تھے۔ آپ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء میں ضلع سیتاپور کی تحصیل بسواں کے ایک قصبہ سبدل پور میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی علوم کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے اور مختلف مقامات رامپور، ٹونک اور دہلی کے متعدد

مدارس میں پڑھنے کے بعد ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء میں آپ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور تقریباً چار سال تک مختلف اساطینِ علم و فضل سے کسبِ فیض کے بعد ۱۹۴۵ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔

آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ اور امام المعقولات حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ جیسی نابغۂ روزگار شخصیات شامل ہیں۔

قیامِ پاکستان سے قبل ہی آپ حضرت مدنیؒ کے حکم اور حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے مشورہ سے پاکستان کے شہر گوجرہ تشریف لے آئے اور یہیں سے آپ نے تدریس کا آغاز فرمایا۔

جنوری ۱۹۵۱ء میں آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ چند سال بعد آپ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں بطورِ مدرس تشریف لے گئے۔ ۱۹۵۶ء میں اوکاڑہ کی جامع مسجد عثمانیہ (گول چوک) میں تشریف لے آئے۔ یہاں آپ نے چھ سات سال تدریس کی، بعد ازاں آپ ۱۹۶۲ء کے آخر میں لاہور تشریف لے آئے اور جامعہ مدنیہ لاہور میں تدریس شروع کردی۔ جامعہ مدنیہ جب کریم پارک کی وسیع و عریض جگہ پر منتقل ہوا اور طلباء کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوگیا تو آپ کو جامعہ میں ناظم تعلیمات کے عہدہ پر فائز کردیا گیا۔ چند سالوں کے بعد جب جامعہ مدنیہ کی شہرت ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی اور مدرسہ میں شعبہ افتاء کی ضرورت محسوس کی جانے لگی تو بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی اور جامعہ مدنیہ کے پہلے مفتی ہونے کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہوا، اس طرح بیک وقت تدریس، ناظم تعلیمات اور افتاء کی مشکل ذمہ داریوں کو آپ بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔

۱۹۸۸ء میں بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے وصال کے بعد آپ شیخ الحدیث بنادیے گئے اور ۲۰۰۰ء تک تقریباً بارہ تیرہ سال تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، بالآخر طویل علالت کے بعد اپریل ۲۰۰۴ء میں آپ واصل بحق ہوئے۔ **فرحمه الله رحمة واسعة.**

ذیل میں افادۂ عام کی غرض سے ہم وہ خطوط درج کر رہے ہیں جو حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے مختلف اوقات میں حضرت مفتی عبدالحمید صاحبؒ کو تحریر فرمائے اِن خطوط سے اُستاد و شاگرد کے مابین خصوصی تعلق کا بھی پتہ چلتا ہے۔

(۱)

برادرِ عزیز زیدت معالیکم ! پس از سلام مسنون !

آپ کا خط آیا، آپ کی اِس سعادت مندی کا شاکر ہوں کہ آپ نے اس قدر دُور و دراز مسافت پر پہنچ کر بھی اعزاز علی کو فراموش نہیں فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کو حیاتِ طویلہ عطا فرما کر اپنی مرضیات نیز اشاعت علومِ دینیہ کی توفیق بیش از بیش عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کے فرائض ملازمت آپ کے خط سے معلوم ہوئے، اگر اِن فرائض کو آپ خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کریں تو اِس میں بھی اسلام کی خدمت ہے، اگرچہ رسمی طور پر تدریس کی خدمت نہ سہی، تاہم وہاں رہ کر بھی مسلمانوں کو مسلمانوں کی معاشرت بتا سکتے ہیں، آپ نے تحریر فرمایا کہ یہاں اواخر جولائی سے تعطیل ہوتی ہے، جولائی کا ایک ہفتہ تو ختم ہی ہو چکا ہے، چند دن ماہِ جولائی کے ختم ہونے میں باقی رہ گئے ہیں، اُمید ہے کہ آپ حسبِ وعدہ دیوبند تشریف لائیں گے۔

دارالعلوم دیوبند کا تقریری امتحان کل سے شروع ہو گیا ہے اور شعبان سے تحریری امتحان شروع ہوگا۔

برخوردار قاری حافظ احمد میاں سلمہٗ کو سلام عرض کرتا ہوں۔

دعا گو

محمد اعزاز علی غفرلہٗ از دیوبند

۲۷؍رجب ۱۳۶۴ھ یکشنبہ

(۲)

عزیز مکرم زیدت معالیکم ! پس از سلام مسنون !

آپ کا خط آیا، حالات معلوم ہو کر اطمینان ہوا، اس سے خوشی ہوئی کہ اِس سال آپ تعلیمی مشاغل میں زیادہ مصروف ہونے کی وجہ سے عدیم الفرصت ہیں۔ میرے نزدیک علم کی مقبولیت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے کام میں مصروف کر لے۔ آمین۔

آپ کے متعلقہ اسباق کا حال معلوم ہو کر زیادہ خوشی ہوئی، یہ اسباق بہت زیادہ قابلِ توجہ ہیں، پڑھانے

کے وقت سے زیادہ مطالعہ میں وقت صرف کیجیے اور طلباء کو صرف اُس قدر بتائیں کہ جس کا وہ تحمل کر سکیں۔

شرح جامی کا کوئی حاشیہ مشہور حواشی کے علاوہ مجھ کو معلوم نہیں۔ میرا خیال ہے کہ شرح جامی کی خدمت اب تک پوری کی ہی نہیں گئی ہے۔ امروہہ کے مولانا صاحب (جن کا نام آپ نے تحریر نہیں فرمایا ہے) سے میرا سلام عرض کر دیں۔

احمد میاں اور حامد میاں کو سلامِ مسنون عرض کرتا ہوں۔

۱۱/صفر ۶۶ھ یوم یک شنبہ بوقت پانچ بجے صبح حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند نے انتقال فرمایا، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

اگر ہو سکے تو اُن کے صاحبزادے کو آپ بھی ایک خط برسم تعزیت ضرور لکھ دیں۔

محمد اعزاز علی غفرلہٗ ازدیوبند

۲۳/صفر ۱۳۶۶ھ جمعہ

(۳)

عزیز مکرم زیدت معالیکم! پس از سلام مسنون!

آپ کا خط آیا حالات سے مطلع ہوا، ہندو مسلم فسادات کی افواہیں یہاں بکثرت ہیں اور پنجاب کی خبریں تو بکثرت پھیلائی جا رہی ہیں مگر بحمد اللہ اِن اضلاع میں کوئی خطرہ فساد کا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ مخلوق پر اپنا رحم کرے۔ آمین۔

آپ کے اسباق کی فہرست سے دل خوش ہوا۔ خداوندِ عالم آپ کے علمی فیوض میں برکت اور ترقی عطا فرمائے، آمین۔ میں مع بخیر رہ کر آپ کا دعا گو ہوں۔

برخوردار قاری حافظ احمد میاں سلمہٗ اور حامد میاں سلمہٗ کو سلام عرض کرتا ہوں۔

محمد اعزاز علی غفرلہٗ ازدیوبند

۲۷/ربیع الثانی ۶۶ھ

(۴)

عزیز مکرم زیدت معالیکم السلام علیکم !

آپ کا خط عرصہ کے بعد آیا، خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا، آپ کی دعائیں انشاء اللہ میرے لیے ذریعہ آخرت ہوں گی۔ یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے امسال بڑی بڑی کتابیں پڑھائیں اور تقریباً سب کو ختم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی میں ترقی اور برکت عطا فرمائیں۔

آپ کے معتقدین کی یہ رائے صحیح ہے کہ آجکل سفر خطرے سے خالی نہیں ہے اس لیے بیشک سفر کا اِرادہ نہ کریں۔ قتل و غارت کچھ ایسا عام ہو گیا ہے کہ دن دہاڑے سب کچھ ہوتا ہے مگر بدمعاش گرفتار نہیں ہوتے۔

گرمی یہاں بھی سخت پڑ رہی ہے بارش بالکل نہیں ہے، دُعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ بارانِ رحمت عطا فرمائے۔

والسلام

محمد اعزاز علی غفرلہٗ از دیوبند

۷؍شعبان ۶۶ھ جمعہ

(۵)

جناب محترم زیدت معالیکم ! پس از سلام مسنون !

آپ کا خط آیا تھا، میں نے اس کا جواب بھی روانہ کر دیا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ ضائع ہو گیا، آجکل خطوط کا ضائع ہونا تعجبات میں سے نہیں ہے بلکہ خط کا پہنچ جانا لائق تعجب ہے۔ مدرسہ میں، دیوبند میں، سہارنپور میں، بحمد اللہ اب بالکل امن ہے۔ ضلع کی خوش قسمتی سے ایک کلکٹر صاحب بہت ہی زیادہ منصف مزاج، حق شناس آگئے ہیں جنہوں نے شب و روز کی محنت سے ضلع کو پرامن بنا دیا ہے۔

لکھنؤ مسلم کانفرنس میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب تشریف لائے تھے، تقریر میں میں بھی تھا، کثرتِ شرکاء کی وجہ سے نہ قریب جا سکا، نہ مصافحہ کر سکا۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب اور حضرت مفتی نعیم صاحب سے سلام مسنون فرما دیں، آپ کے اسباق کی تفصیل سن کر دل بہت خوش ہوا، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ.

میں آپ کا دُعا گو اور خادم ہوں۔

محمد اعزاز علی غفرلہٗ از دیوبند

۱۹؍صفر ۱۳۶۷ھ جمعہ

(۶)

برادرِ عزیز زیدت معالیکم ! پس از سلام مسنون!

آپ کا خط اس مرتبہ بہت عرصے کے بعد آیا، خیریت سے اطمینان ہوا، پاکستان سے جو لوگ ہندوستان آتے ہیں اُن سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں جس جگہ کا پرمٹ ہوتا ہے انسان وہیں رہ سکتا ہے تمام ہندوستان کی سیر نہیں کرسکتا ہے۔ سو اس صورت میں اگر آپ ہندوستان آ بھی گئے تو اپنے گھر پر ہی رہیں گے ہم خدام سے ملاقات کیونکر ہوسکے گی۔ آپ پرمٹ حاصل کرتے وقت دریافت کرلیں، ایسا نہ ہو کہ غلطی کرنے کی صورت میں دُشواری ہو، اعزاز النبی دیوبند آنے کا ارادہ کررہے ہیں، میں نے بھی لکھا ہے کہ اگر رفیق سفر مناسب مل جائیں تو آجاؤ آج کل کا سفر قابل اطمینان نہیں ہے اس لیے ہمت نہیں ہوتی کہ بلانے کے بارے میں تاکید سے کام لوں اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، آمین۔ میں آپ کا خادم اور دعا گو ہوں۔ اگر ہوسکے تو اعزاز النبی کی تسلی کردیا کیجیے، اُس کی مفارقت میرے لیے صبر آزما ہوگئی ہے۔

محمد اعزاز علی غفرلہٗ از دیوبند

۳؍جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ دوشنبہ

(۷)

برادرِ عزیز زیدت معالیکم السلام علیکم !

آپ کا خط ملا، حالات سن کر تشویش ہوگئی، لیگ اور اربابِ لیگ یہ یقین کرچکے ہیں کہ دلائل کا سہارا اُن کے پاس نہیں ہے اِس لیے قوت کے ساتھ کامیابی چاہتے ہیں، لیکن جوتہ بازی، لٹھ بازی، ملازمتوں سے علیحدہ کرنا یا کرادینا کوئی دلیل کبھی نہ تھی اور نہ اَب ہے۔

پیر قمر الدین صاحب تو سنا ہے کہ ایک بے علم پیر ہیں، انشاء اللہ آپ کے سامنے بدعتی اگر عالم بھی ہوں تب بھی بات نہ کر سکیں گے، آپ حق پر ثابت قدم رہیں اور کسی کی پرواہ نہ کریں، اللہ تعالیٰ رزاق ہے، رزق اِس ملازمت پر موقوف نہیں ہے جس پر آپ اِس وقت ہیں۔

حضرت مولانا مدظلہ' علیل ہیں مگر تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

محمد اعزاز علی غفرلہ' از دیوبند

۴؍رجب ۱۳۶۹ھ

(۸)

برادرِ عزیز زیدت معالیکم پس از سلام مسنون!

آپ کا خط ابھی ملا، آپ کے حالات معلام ہوئے، زمانے کا حال یہی ہے، مخالف موافق ہر جگہ ہوتے ہیں اور دیوبندی جماعت کی تو خصوصیت یہ ہے کہ ہر جگہ اُس کے کرم فرما مل جاتے ہیں لیکن یہ چیزیں خیال کرنے کی نہیں ہیں وَاللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ .

حضرت علامہ عثمانی کی شرکت جمعیت علمائے اسلام کے لیے مفید نہ ہوئی بلکہ وہ خود اِس میں آکر زیادہ پریشان ہوگئے، کل کی بات ہے کہ جمعیت علمائے ہند کے اجلاس بمقام دہلی میں اُنہوں نے تقریر کی تھی جو لیگ کے بالکل خلاف تھی، بجنور والوں نے اُسی کو دوبارہ چھاپ کر شائع کر دیا اور حضرت علامہ عثمانی سے اُس کا جواب دُشوار ہوگیا ہے۔ اگر اہل بجنور میں آپ کے کوئی دوست ہوں تو آپ اُن سے وہ تقریر طلب کر لیں۔

آپ کے اسباق کی فہرست سنی، دل خوش ہوا، اللہ تعالیٰ برکت عطا کرے اور آپ کے فیوض سے لوگوں کو مستفیض کرے، آمین۔

برخوردار قاری حافظ اعزاز احمد سلمہ' سلام عرض کرتے ہیں۔

محمد اعزاز علی غفرلہ' از دیوبند

۱۶؍ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

(۹)

برادرعزیز زیدت معالیکم ! پس ازتحیہ مسنونہ !

آپ کا خط آیا، میں اپنا بہت سا وقت اِس میں صرف کرتا ہوں کہ دوستوں کے خطوط کے جوابات پابندی کے ساتھ دیا کروں، عیدالاضحیٰ کی طویل تعطیل میں میں نے خطوط کے جوابات ہی لکھے، اِس لیے میں اِس قدر عرض کرسکتا ہوں کہ یا تو آپ کا خط مجھ کو ملا ہی نہیں اور اگر مل گیا ہے تو میں نے جواب ضرور دیا ہوگا، اس وقت جو ڈاک میرے پاس ہے اُس میں کوئی خط آپ کا جواب طلب موجود نہیں ہے۔ اگر ضرورت ہو تو جواب طلب اُمور کو مکرر تحریر کردیں، مدرسہ محمودیہ کے افتتاح کی خبر سنی اللہ تعالیٰ ترقی عطا فرمائے، آمین۔

میری صحت خراب ہوچکی ہے کوئی نہ کوئی مرض لگا ہی رہتا ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ ابھی مدرسہ کے فرائض کی انجام دہی میں قاصر نہیں ہوں۔ دارالعلوم میں بحمد اللہ بالکل خیریت ہے۔ حضرت مولانا مدنی عمت فیوضہم بھی خیریت سے ہیں۔ قاری حافظ احمد میاں و حامد میاں کو سلام عرض کرتا ہوں۔

محمد اعزاز علی غفرلہٗ از دیوبند

۱۸؍ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ جمعہ

(۱۰)

برادرعزیز زیدت معالیکم پس ازتحیہ مسنونہ!

آپ کا خط ملا، آپ کے حالات معلوم ہوئے۔ اِس خبر سے اطمینان ہوا کہ آپ مع عزیز و اقارب منٹگمری پہنچ گئے۔ اسباق کی فہرست سے خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کو علمی ترقی کے مواقع اِس سے زیادہ عطا فرمائے، آمین۔ طلبہ کے میلان کا خیال بھی نہ فرمائیں، اِنہیں میں سے کارآمد لوگ بھی نکل آتے ہیں۔ ع مراعات صدکن برائے یکے

حضرت مولانا مدنی مع الخیر سفر سے واپس تشریف لے آئے۔ عبدالرشید سلمہٗ اور شاہدہ خاتون سلمہا اور اُس کی والدہ سے سلام فرمادیں۔ یہاں بارش بالکل نہیں ہے، اگر خدانخواستہ قحط شروع ہوگیا تو انسانوں کے لیے بڑی بھاری مصیبت ہوگی۔ میں دعا گو اور حسنِ خاتمہ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔

محمد اعزاز علی امروہی غفرلہٗ از فرید نگر

۴؍محرم ۱۳۷۲ھ جمعہ

نبوی لیل و نہار

﴿ حضرت مولانا سعد حسن صاحب ٹونکی ؒ ﴾

آنحضرت ﷺ کے پاک خصائل وعظ و تقریر میں :

☆ آنحضرت ﷺ مسجد میں وعظ فرماتے تو عصائے مبارک پر ٹیک لگا کر قیام فرماتے اور اگر میدانِ جہاد میں نصیحت فرماتے تو کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے۔

☆ وعظ کہتے وقت جسم مبارک دائیں بائیں جانب جھومتا۔ مثالوں پر ہاتھوں کو حسبِ منشاء حرکت دیتے۔ بعض وقت ہاتھوں کے پٹھوں کی آواز سنائی دیتی۔

☆ آپ ﷺ وعظ منبر پر بھی کہتے اور سواری پر بھی۔

☆ وعظ و تلقین کے خصوصی اور مختصر جلسے تو تقریباً ہر نماز اور خاص طور سے نمازِ صبح کے بعد تو منعقد ہوا ہی کرتے مگر افادۂ عام کی غرض سے ایک عام جلسہ بھی کبھی کبھی طلب فرمالیا کرتے تھے۔

☆ دَورانِ وعظ میں جس اَمر پر نہایت زور دینا ہوتا تو اُس پر اِن الفاظ سے قسم کھاتے وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ یعنی قسم ہے اُس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔

آنحضرت ﷺ کا مزاح :

آنحضرت ﷺ کی مجالس میں گو وقار، سنجیدگی اور متانت کی فضاء ہر وقت قائم رہتی یہاں تک کہ خود صحابہ کرام ؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کی صحبت بابرکت میں ایسے باادب و باتمکین بیٹھتے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ہماری ادنیٰ حرکت سے اُڑ جائیں گے۔ مگر پھر بھی آنحضرت ﷺ کی خوش طبعی کی جھلک اِن متبرک صحبتوں کو خوشگوار بناتی رہتی کیونکہ آنحضرت ﷺ اگر ایک طرف پیغامبر خداوندی کی حیثیت سے احترامِ رسالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ و تلقین میں مصروف رہتے تو دوسری طرف آپ ﷺ صحابہ ؓ کے ساتھ ایک بے تکلف دوست اور ایک خوش مزاج ساتھی کی حیثیت سے بھی میل جول رکھتے۔

اگر زیادہ اوقات میں آپ ﷺ کی مجلس ایک دینی درسگاہ اور تعلیمی ادارہ بنی رہتی تو کچھ دیر کے لیے خوش طبع مہذب دوستوں کی بیٹھک بھی بن جاتی جس میں ظرافت کی باتیں بھی ہوتیں، گھر بار کے روزانہ کے قصے بھی بیان ہوتے، غرض بے تکلفی سے آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور صحابہ آپس میں گفتگو کرتے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ظرافت کس طرح کی تھی؟ اِس کی تشریح کی یوں ضرورت ہے کہ بہت سے کاموں میں ہمارے غلط عمل سے ہمارے نظریے بدل چکے ہیں۔ تخیل کہاں سے کہاں چلا گیا ہے۔ ہر چیز میں ہم اعتدال کو کھو بیٹھے ہیں، اگر ہم سنجیدہ اور متین بنتے ہیں تو اِتنے کہ خوش طبعی و ظرافت ہم سے کوسوں دُور رہتی ہے اور اگر خوش طبع بنتے ہیں تو اِس قدر کہ تہذیب ہم سے کوسوں دُور رہتی ہے۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ کے عمل سے ہمیں ایک خاص معیار سامنے رکھنا ہے۔ آپ ﷺ کی ظرافت کی تعریف آپ ﷺ ہی کی زبان مبارک سے سن لیجیے : صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے تعجب سے پوچھا کہ آپ ﷺ بھی مزاق کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں بے شک مگر میرا مزاق سراسر سچائی اور حق ہے۔ اس کے مقابلے میں ہمارا آج کل کا مزاق وہ ہے جس میں جھوٹ، غیبت، بہتان، طعن و تشنیع و بے جا مبالغوں سے پورا پورا کام لیا گیا ہو۔ اب میں آنحضرت ﷺ کی ظرافت کے چند واقعات قلم بند کرتا ہوں کہ جن کے ماتحت ہم ظرافت کا صحیح تخیل قائم کر سکیں۔ اسی طرح اِس کے بعد آنے والے بیان (بچوں کے ساتھ محبت) میں بھی مجھے صرف وہ واقعات ہی بیان کرنے پڑیں گے جن سے ہمیں یہ اندازہ ہو سکے گا کہ آپ ﷺ کا بچوں کے ساتھ محبت کا کیا طریقہ تھا۔

☆ ایک شخص نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سواری کے لیے درخواست کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو سواری کے لیے اُونٹنی کا بچہ دوں گا۔ وہ شخص حیران ہوا کیونکہ اونٹنی کا بچہ سواری کا کام کب دے سکتا ہے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) میں اُونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ کوئی اُونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اُونٹنی کا بچہ نہ ہو؟

☆ ایک مرتبہ ایک بڑھیا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) میرے لیے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو جنت نصیب کرے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ یہ فرما کر آپ ﷺ نماز کے لیے تشریف لے گئے اور بڑھیا نے حضور اکرم ﷺ کے الفاظ سنتے ہی زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ) جب سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی یہ بڑھیا رو رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِس سے کہہ دو کہ بوڑھی عورتیں جنت میں جائیں گی مگر جوان ہو کر جائیں گی۔

☆ آنحضرت ﷺ کے ایک دیہاتی زاہر نامی دوست تھے جو اکثر آپ ﷺ کو ہدیے بھیجا کرتے تھے۔ ایک روز بازار میں وہ اپنی کوئی چیز بیچ رہے تھے۔ اتفاق سے حضور اکرم ﷺ اُدھر سے آنکلے، اُن کو دیکھا تو بطورِ خوش طبعی چپکے سے پیچھے سے جا کر اُن کو گود میں اُٹھا لیا اور بطورِ ظرافت آواز لگائی کہ اِس غلام کو کون خریدتا ہے؟ زاہر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے چھوڑو کون ہے؟ مڑ کر دیکھا تو سرورِ عالم ﷺ تھے۔ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ (ﷺ) مجھ جیسے غلام کو جو خریدے گا وہ نقصان اُٹھائے گا۔

آنحضرت ﷺ کی محبت وخوش طبعی بچوں کے ساتھ :

☆ آنحضرت ﷺ بچوں پر بہت شفقت فرماتے۔ اُن سے محبت کرتے، اُن کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اُن کو پیار کرتے اور اُن کے حق میں دُعائے خیر فرماتے۔

☆ بچے قریب آتے تو اُن کو گود میں لیتے۔ بڑی محبت سے اُن کو کھلاتے، کبھی بچہ کے سامنے اپنی زبانِ مبارک نکالتے، بچہ خوش ہوتا اور بہلتا۔ کبھی لیٹے ہوتے تو اپنے قدموں کے اندر کے تلوؤں پر بچہ کو بٹھا لیتے اور کبھی سینۂ اطہر پر بچہ کو بٹھا لیتے۔

☆ بچہ کو کھلاتے وقت اکثر زبانِ مبارک پر یہ الفاظ ہوتے خَرَقَةٌ خَرَقَةٌ فِيْ عَيْنِ كُلِّ بَقَّةٌ اگر یہ الفاظ بامعنی استعمال کیے گئے ہیں تو غالباً اِن کے معنی یہ ہیں (ہر مچھر کی آنکھ میں ٹڈی کا جبڑہ ہے) ممکن ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بچوں کو کھلانے کے لیے بلا معنی الفاظ استعمال فرمائے ہوں۔

☆ اگر کئی بچے ایک جگہ جمع ہوتے تو آپ ﷺ اُن کو ایک قطار میں کھڑا کر دیتے اور آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ بھئی تم سب دوڑ کر ہمارے پاس آؤ، جو بچہ ہم کو سب سے پہلے چھوئے گا ہم اُس کو یہ اور یہ دیں گے۔ بچے بھاگ کر آپ ﷺ کے پاس آتے، کوئی آپ ﷺ کے پیٹ پر گرتا اور کوئی سینۂ اطہر پر۔ آپ ﷺ اِن کو سینۂ مبارک سے لگاتے اور پیار کرتے۔

☆ بچوں سے اکثر خوش طبعی فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو يَاذَا الْاُذُنَيْنِ یعنی اے دو کانوں

والے کہہ کر پکارتے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ایک بھائی تھے ابو عمیر نامی۔ انہوں نے ایک لال یا ممولا پال رکھا تھا، ایک روز وہ مرگیا۔ ابو عمیر اُس کے رنج میں غمگین بیٹھے تھے۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور جب ان کو ممولے کے رنج میں رنجیدہ دیکھا تو ارشاد فرمایا یَااَبَاعُمَیْرُ! مَافَعَلَ النُّغَیْرُ یعنی اے ابو عمیر! یہ تمہارے ممولے نے کیا کیا؟ (یعنی تمہارا لال کیا ہوا؟)

☆ حضرت عبداللہ بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھ کو ایک انگوروں کا خوشہ دیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو دے آؤ، میں وہ لے کر چلا۔ راستے میں میری نیت بگڑ گئی اور میں اُس کو کھا گیا۔ میری والدہ حضور اکرم ﷺ سے ملیں تو خوشہ کے بارے میں پوچھا کہ آپ کو انگوروں کا خوشہ پہنچ گیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، تو میری والدہ اور حضور ﷺ سمجھ گئے کہ میں اِس کو راستہ میں کھا گیا۔ اِس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ جب مجھ کو راستہ میں ملتے تو میرا کان پکڑ کر فرماتے یَاغَدُرُ یَاغَدُرُ یعنی او دھوکے باز او دھوکے باز۔

☆ ☆ ☆

بسلسلہ اصلاحِ خواتین

عورتوں کے عیوب اور امراض

﴿ ازافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حرص اور دُنیا کی محبت کا مرض :

حرص تمام بیماریوں کی جڑ ہے اور یہ مرض عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے اور یہ ایسا مرض ہے کہ اِس کو اُم الامراض (تمام گناہوں کی جڑ) کہنا چاہیے کیونکہ اِس کی وجہ سے جھگڑے فساد ہوتے ہیں اِسی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں۔ اگر لوگوں میں مال کی حرص نہ ہو تو کوئی کسی کا حق نہ دبائے۔ پھر اِن فسادات کی بھی نوبت نہ آئے۔ بدکاری اور چوری وغیرہ کا سبب بھی حرص ہی ہے۔ عارفین کا قول ہے کہ تمام اخلاق رذیلہ کی جڑ تکبر ہے اور تکبر کا سبب بھی ایک درجہ میں حرص ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ بھی حرص کا ایک فرد ہے۔

نااتفاقی کا سبب بھی حرص ہے اور فخر کرنے کا سبب بھی یہی حرص ہے کیونکہ مال و دولت کا دِکھانا مال جمع کرنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے اور مال جمع ہوتا ہے حرص سے۔ تو حرص کا اُم الامراض اور تمام معاصی کی بنیاد ہونا ثابت ہوگیا۔ حدیث پاک میں آگیا ہے حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ یعنی دنیا کی محبت تمام گناہوں کی بنیاد ہے۔ دُنیا کی محبت ہی کا نام تو حرص ہے اور عورتوں میں یہ مرض مردوں سے زیادہ ہے۔ (علاج الحرص التبلیغ)

دُنیا کی محبت :

عورتوں میں دُنیا کی محبت کا بہت غلبہ ہے ان میں زیور اور کپڑے کی حرص بہت زیادہ ہے اور حالت یہ ہے کہ جب چار عورتیں جمع ہو کر بیٹھیں گی تو صبح سے شام تک دُنیا ہی کا چرچا رہے گا دین کا ذکر ہی نہیں آتا۔ عورتیں خود غور کرسکتی ہیں کہ مجلسوں میں سے کتنی مجلسیں ایسی ہیں جن میں دین کا ذکر ہوتا ہو۔ اور گو دُنیا کا زیادہ تذکرہ کرنا بھی مباح ہے جب کہ معصیت کی کوئی بات (غیبت، چغلی وغیرہ) نہ کی جائے۔ مگر اِس مباح کی سرحد گناہ سے ملی ہوئی ہے جو شخص دُنیا کے تذکرہ کا مشغلہ زیادہ رکھے گا وہ ضرور گناہوں میں مبتلا ہوگا۔ بزرگوں کا بھی یہی ارشاد ہے اور تجربہ بھی یہی بتلاتا ہے۔ اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ زیادہ طاعات میں مشغول رہے۔ مباحات میں بھی زیادہ انہماک نہ کرے اِس لیے کہ دُنیا کا زیادہ تذکرہ کرنا ساری مجلس میں اول سے آخر تک یہی ذکر ہو یہ معصیت کا

مقدمہ (ذریعہ) ضرور ہے۔اس کا منشاء (وسبب) وہی دُنیا کی محبت ہے جو سب عورتوں پر عموماً غالب ہے۔اس لیے عورتیں بہت کم دیندار ہوتی ہیں اور جن بعض مقامات کی عورتوں میں دینداری ہے وہ صرف اِسی وجہ سے ہے کہ اُن میں دُنیا کی محبت کم ہے۔(ھم الاخرۃ)

حرص :

عورتوں میں چونکہ ناشکری کا مادہ زیادہ ہے اس لیے اِن کو تھوڑے سامان پر قناعت نہیں ہوتی۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض عورتوں کے پاس سال بھر کے کپڑے موجود ہوتے ہیں جو صندوق میں بھرے رکھے ہیں، لیکن پھر بھی کیا مجال ہے کہ پھیری والا بزاز (کپڑے بیچنے والا) اِن کے گھر کے سامنے سے خالی گزر جائے۔ جہاں بزاز (پھیری والے) کی آواز سنیں گی فوراً اُس کو دروازہ پر بٹھلا کر اور کپڑا پھڑ والیں گی۔ برتن گھر میں ضرورت سے زیادہ ہوں گے مگر پھر بھی اِن کی فرمائشوں کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔

غرض اِن کو دُنیا کی تکمیل کا بہت زیادہ فکر ہے۔ ہر وقت اِسی دُھن میں رہتی ہیں، اِن کی ہوس کبھی پوری نہیں ہوتی۔ زیور کی ہوس کا یہ حال ہے کہ بعض عورتیں سر سے پیر تک لدی پھندی رہتی ہیں مگر پھر بھی بس نہیں اگر نیا زیور نہ بنوائیں گی تو پہلے زیور کی توڑ پھوڑ میں روپیہ برباد کرتی رہیں گی۔ آج تو زیور بڑے شوق سے بنوایا تھا، کل کو کسی عورت کے پاس وہی زیور دوسرے نمونہ کا دیکھ لیا تو اب اِن کو توڑ پھوڑ کی بے کلی لگتی ہے کہ میں بھی اِسی نمونہ کا بنواؤں گی۔(الکمال فی الدین)

تھوڑے پر قناعت نہ کرنا :

عورتوں میں قناعت کا مادہ ہے ہی نہیں۔ اِن کی طبیعت میں بکھیڑا بہت ہے، اِن سے تھوڑے سامان میں گزر ہوتی ہی نہیں جب تک کہ سارا گھر سامان سے بھرا بھرا نظر نہ آئے۔

مردوں کے نزدیک تو ضرورت کا درجہ یہ ہے کہ جس کے بغیر تکلیف ہو سو اُتنا سامان تو اکثر متوسط الحال (درمیان قسم کے) لوگوں کے گھروں میں بحمد اللہ موجود ہوتا ہی ہے، اِس لیے مردوں کو اِس سے زیادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں اگر خدا وسعت دے تو اِس کا بھی مضائقہ نہیں اتنا سامان جمع کرلیا جائے جس سے زیادہ راحت نصیب ہو، یہ درجہ مردوں کے نزدیک کمال کا مرتبہ ہے۔ مگر عورتوں کے نزدیک ضرورت کا درجہ کوئی چیز نہیں۔ مرد جس کو ضرورت کا درجہ سمجھتے ہیں وہ عورتوں کے نزدیک قلت اور تنگی کا درجہ ہے۔ اِن کے نزدیک ضرورت

کا درجہ وہ ہے جس کو مرد کمال کا درجہ سمجھتے ہیں۔اور کمال کا درجہ وہ ہے جو حقیقت میں ہوس کا درجہ ہے اور اِس کا سبب یہ ہے کہ عورتوں میں ناشکری زیادہ ہے۔ (الکمال فی الدین النساء)

بکھیڑے کا مرض :

عورتوں میں مرنے اور کھپنے (یعنی منہمک ہونے) کی یہ حالت ہے کہ اگر اُن کا ایک کپڑا تیار ہوگا تو اُس کے لیے بھی ایک کمیٹی منعقد ہوتی ہے۔خالہ دیکھنا گوٹ اچھی بھی ہے یا نہیں۔ دیکھنا اِس پر بیل لگاؤں یا لچکا لگاؤں کیا اچھے لگے گا۔اور جو اِن سے کہا جائے کہ دُنیا بھر کو ایک کپڑے کے واسطے جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جو اپنے کو اچھا لگے پہن لو۔تو یہ جواب دیں گی کہ واہ قاعدہ یہی ہے کہ کھائے اپنی پسند کا اور پہنے دوسرے کی پسند کا۔ نیز عورتوں کا مقولہ یہ بھی ہے کہ پیٹ کا کیا ہے چاہے ڈھیلے پتھروں سے بھر لو مگر کپڑا ہو عزت کا۔صاحبو! یہ ساری مستیاں اور یہ سارے قاعدہ اِس واسطے ہیں کہ یہ یاد نہیں کہ ایک دن ہم یہاں نہ ہوں گے۔ (الفانی)

ضرورت سے زائد سامان جمع کرنے کی ہوس :

گھر میں بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن سے کبھی کام نہیں پڑتا مگر اِس بات کا شوق ہوتا ہے کہ ہمارے گھر میں اتنے برتن اور اتنے پلنگ اور اِتنے بستر ہیں۔اس کو حضور ﷺ منع فرماتے ہیں۔باقی ضرورت کی مقدار کی ممانعت نہیں۔اور اِس کا راز یہ ہے کہ زیادہ تر غیر ضروری چیزیں بھی دل کو پریشان کرتی ہیں، اور جو ضرورت کے موافق ہو اُن سے پریشانی نہیں ہوتی۔آج کل ہم لوگ زیادہ فضول چیزوں ہی کے درپے ہیں، انہیں کے جمع کرنے میں وقت ضائع کرتے ہیں۔خصوصاً عورتوں کی تو یہ حالت ہے کہ یہ تو بے ضرورت بہت سامان جمع کرتی ہیں، جو چیز اُن کے سامنے سے گزرتی ہے فوراً اُس پر اُن کی رال ٹپک جاتی ہے۔

ایک عورت نے خود اقرار کیا کہ ہم تو جہنم ہیں جیسے اُس کا پیٹ نہ بھرے گا اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ (کیا اور زائد ہے) کہتا رہے گا، ایسے ہی ہمارا پیٹ بھی (دُنیاوی چیزوں سے) نہیں بھرتا۔حضور ﷺ اِس انہماک سے منع فرماتے ہیں جس کی وجہ سے غیر ضروری چیزوں میں دل اَٹکا ہوا ہے۔ ہماری جو حالت ہے اُس میں تو واقعی ہماری جان بھی مرتے ہوئے سامان میں اَٹکی رہے گی (یعنی مشکل اور مصیبت سے جان نکلے گی) خصوصاً عورتوں کی، کیونکہ یہ بے ضرورت سامان بہت جمع کرتی ہیں۔پھر سامان کے بارے میں تو عورتیں ایسی ہیں کہ ہر چیز اُن کے لیے دل رُبا (بھا جانے والی ہے)۔ (جاری ہے)

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

قیامت کے دن تین آدمی مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے :

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثَلٰثَۃٌ عَلٰی کُثْبَانِ الْمِسْکِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَبْدٌ اَدّٰی حَقَّ اللّٰہِ وَحَقَّ مَوْلَاہُ وَرَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَّھُمْ بِہٖ رَاضُوْنَ وَرَجُلٌ یُّنَادِیْ بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ کُلَّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ . (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۶۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین آدمی مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے: ایک وہ غلام جس نے اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کیا۔ دوسرے وہ شخص جو لوگوں کی امامت کرواتا ہے اور لوگ اس سے راضی و خوش ہیں۔ تیسرے وہ شخص جو رات دن پانچوں وقت کی نماز کے لیے اذان کہتا ہے۔

ف : اس حدیث پاک میں تین قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر ہونے کی خوشخبری سنائی گئی ہے (۱) وہ غلام (خواہ مرد ہو یا عورت) جس نے اپنے دونوں آقاؤں کا حق ادا کیا۔ اللہ کا بھی اور مالک کا بھی (۲) وہ امام جس نے لوگوں کی امامت کروائی اور اس کے اکثر مقتدی اس سے راضی اور خوش رہے (۳) وہ مؤذن جس نے اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے روزانہ پانچوں نمازوں کی اذان دی۔

تین شخصوں کے اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہیں :

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ کُلُّھُمْ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ. رَجُلٌ خَرَجَ غَازِیًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ حَتّٰی یَتَوَفَّاہُ فَیُدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ اَوْیَرُدَّہٗ بِمَانَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَۃٍ وَرَجُلٌ رَاحَ اِلَی الْمَسْجِدِ فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ وَرَجُلٌ دَخَلَ بَیْتَہٗ بِسَلَامٍ فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ

(ابوداؤد ج۱ . مشکوۃ ص۷۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تین شخص ایسے ہیں جن کے اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہیں۔ایک وہ شخص جو خدا کی راہ میں جہاد کے لیے نکلا چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے کہ یا تو اُسے اللہ تعالیٰ موت (شہادت کا درجہ) دے کر جنت میں پہنچادیں یا اُسے ثواب و مالِ غنیمت دے کر گھر واپس پہنچادیں۔دوسرا وہ شخص ہے جو (نماز کے لیے) مسجد جائے، اللہ اُس کے بھی ذمہ دار ہیں۔تیسرا وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں سلام کے ساتھ داخل ہوا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے۔

ف : اس حدیث پاک میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں کے ذمہ دار ہیں (کس چیز کے ذمہ دار ہیں؟) اِس بات کے ذمہ دار ہیں کہ وہ انہیں دنیا و آخرت کی آفات و مصیبتوں سے محفوظ رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ پر پہلے شخص کی جو ذمہ داری ہے حدیث پاک میں اُسے تو بیان کر دیا گیا کہ یا تو اللہ تعالیٰ اُسے مرتبۂ شہادت عطا فرما کر جنت میں بھیج دیتے ہیں یا اُسے اجر و ثواب اور مالِ غنیمت عطا فرما کر سلامتی کے ساتھ اس کے گھر بھیج دیتے ہیں۔دوسرے اور تیسرے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ پر جو ذمہ داری ہے چونکہ وہ ظاہر ہے اِس لیے اُسے بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔وہ ذمہ داری نمازی کے متعلق تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عبادت کے لیے اس کی کوشش اور اس کے ثواب کو ضائع نہ فرمائیں گے، اور گھر داخل ہونے والے کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے فتنوں سے محفوظ رکھیں گے۔

حدیث پاک میں تیسرے شخص کے متعلق جو فرمایا گیا ہے کہ تیسرا شخص وہ ہے جو اپنے گھر میں سلام کے ساتھ داخل ہو، اِس کے شارحین حدیث نے کئی مطلب لکھے ہیں۔ایک یہ کہ وہ گھر والوں کو سلام کرتا ہوا داخل ہوا۔دوم یہ کہ سلامتی کے لیے گھر میں داخل ہوا، سوم یہ کہ فتنوں سے سلامتی کیساتھ اور فتنوں سے سلامتی و حفاظت کی طلب و جستجو میں گھر داخل ہوا۔اِن تمام صورتوں میں وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ شرور و فتن سے اِس کی حفاظت فرماتے ہیں۔

تین چیزیں جن کا کرنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں :

عَنْ ثَوْبَانَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثَلٰثٌ لَّایَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَّفْعَلَھُنَّ لَایَؤُمُّ رَجُلٌ قَوْمًا فَیَخُصَّ نَفْسَہٗ بِالدُّعَآءِ دُوْنَھُمْ فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَھُمْ وَلَایَنْظُرُ فِیْ

قَعْرِ بَيْتٍ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَأْذِنَ فَاِنْ فَعَلَ فَقَدْ دَخَلَ وَلَا يُصَلِّىْ وَهُوَ حَقِنٌ حَتّٰى يَتَخَفَّفَ (ابو داوٗد ج۱ ص ۱۲، ترمذی ج۱ ص ۸۲، مشکوٰۃ ص۹۶)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن کا کرنا کسی کے لیے جائز وحلال نہیں ہے۔ اول یہ کہ کوئی شخص کسی جماعت کی امامت کروائے اور دعاء میں جماعت کو شریک کیے بغیر اپنی ذات کو مخصوص کرے اگر کسی نے ایسا کیا تو یقیناً اُس نے جماعت کے ساتھ خیانت کی۔ دوم یہ کہ کوئی شخص کسی کے گھر میں اجازت حاصل کیے بغیر نظر ڈالے اگر کسی نے ایسا کیا تو اس نے گھر والوں کے ساتھ خیانت کی۔ سوم یہ کہ کوئی شخص ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ وہ پیشاب پاخانہ روکے ہوئے ہو یہاں تک کہ وہ (فارغ ہوکر) ہلکا ہوجائے۔

ف : اِس حدیث مبارک میں تین چیزوں کی ممانعت کی گئی ہے اول یہ کہ کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور دُعاء کو اپنے لیے خاص کرلے۔ شارحینِ حدیث نے دعاء کو اپنے لیے خاص کرنے کی بہت سی توجیہات کی ہیں۔ قریب ترین توجیہ یہ ہے کہ امام ایسی دعائیں مانگے جو صرف ذاتی اور گھریلو قسم کی خواہشات پر مشتمل ہوں اور ان کے مفہوم میں کوئی عموم نہ ہو۔ حدیث پاک میں ایسی دعاؤں سے امام کو منع کیا گیا ہے لٰہذا امام کو چاہیے کہ وہ دعائیں مانگے جن کے مفہوم میں عموم ہو اور مقتدی بھی اُن میں شامل ہوتے ہوں۔

دوسری چیز جس سے منع کیا گیا ہے وہ ہے کسی کے مکان کے دروازہ پر پہنچ کر اندر جانے کی اجازت سے قبل مکان کے اندر جھانکنا، آدمی کو چاہیے کہ جب کسی کے گھر جائے تو اندر جانے کی اجازت کے لیے اس انداز سے کھڑا ہو کہ گھر کے اندر نظر نہ پڑے۔ اس انداز سے کھڑے ہونا کہ گھر کے اندر نظر پڑتی رہے حضور علیہ السلام نے اِس کو ناپسند فرمایا ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں اس بات کی صراحت آئی ہے کہ اگر کوئی کسی کے مکان میں باہر کھڑا ہوکر جھانکے اور مکان والا اس کی آنکھ پھوڑ دے تو اس کی یہ جنایت معاف ہے۔

تیسری چیز جس سے منع کیا گیا ہے وہ ہے پیشاب یا پاخانہ کے تقاضے کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا۔ آدمی کو چاہیے کہ اگر پیشاب یا پاخانہ کا شدید تقاضا ہو اور یہ خیال ہو کہ اگر نماز میں مصروف ہوا تو سارا دھیان اُسی طرف لگا رہے گا تو اِس صورت میں پہلے پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہولے پھر نماز پڑھے تاکہ اطمینان سے نماز پڑھ سکے۔

تین شخص جن کی نماز اُن کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی :

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثَلٰثَۃٌ لَّاتُجَاوِزُ صَلٰوتُھُمْ آذَانَھُمْ. اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰی یَرْجِعَ وَامْرَأَۃٌ بَاتَتْ وَزَوْجُھَا عَلَیْھَا سَاخِطٌ وَاِمَامُ قَوْمٍ وَّھُمْ لَہٗ کَارِھُوْنَ . (ترمذی ج ۱ ص ۸۳، مشکوۃ ص ۱۰۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز اُن کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی۔(ایک تو اپنے مالک کے یہاں سے) بھاگا ہوا غلام جب تک کہ وہ (اپنے مالک کے پاس) واپس نہ آجائے، (دوسرے) وہ عورت جو اِس حالت میں رات گزارے کہ اُس کا شوہر اس سے ناراض ہو، (تیسرے) وہ امام جسے اُس کے مقتدی پسند نہ کرتے ہوں۔

تین شخص جن پر حضور علیہ السلام نے لعنت فرمائی ہے :

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃً رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَّھُمْ لَہٗ کَارِھُوْنَ وَامْرَأَۃٌ بَاتَتْ وَزَوْجُھَا عَلَیْھَا سَاخِطٌ وَرَجُلٌ سَمِعَ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ثُمَّ لَمْ یُجِبْ.(ترمذی ج ۱ ص ۸۲)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو سنا۔آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ نے تین شخصوں پر لعنت فرمائی۔ایک وہ شخص جس نے کسی جماعت کی امامت کروائی جبکہ وہ جماعت اُسے ناپسند کرتی ہے، دوسرے وہ عورت جس نے اس حالت میں رات گزاری کہ اُس کا شوہر اس سے ناراض تھا، تیسرے وہ شخص جس نے مؤذن کو حی علی الفلاح کہتے سنا پھر بھی اسے (عملی) جواب نہ دیا۔

تین شخص جن کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے :

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ ثَلٰثَۃٌ لَّایَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْھُمْ صَلٰوۃً. مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَّھُمْ لَہٗ کَارِھُوْنَ وَرَجُلٌ اَتَی الصَّلٰوۃَ

دِبَارًا وَالدِّبَارُ اَنْ یَّأْتِیَهَا بَعْدَ اَنْ تَفُوْتَهٗ. وَرَجُلٌ نِ اعْتَبَدَ مُحَرَّرَةً. (ابوداؤد ج ۱ ص ۸۸ . ابن ماجه ص ۶۹ . مشکوۃ ص ۱۰۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے۔ ایک وہ شخص جو لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے جبکہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں، دوسرا وہ شخص جو نماز میں پیچھے آئے اور پیچھے آنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا (مستحب) وقت نکل جانے کے بعد آئے، تیسرا وہ شخص جو کسی آزاد آدمی کو غلام بنالے۔

تین شخص جن کی نماز اُن کے سروں سے بالشت بھر بھی بلند نہیں ہوتی :

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ثَلٰثَةٌ لَّا تَرْتَفِعُ صَلٰوتُهُمْ فَوْقَ رُؤُوْسِهِمْ شِبْرًا رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَّهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَّاَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ. (ابن ماجه ص ۶۹، مشکوۃ ص ۱۰۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز اُن کے سروں سے بالشت بھر بھی بلند نہیں ہوتی۔ ایک تو وہ شخص جو کسی جماعت کی امامت کروائے جبکہ مقتدی اس سے ناخوش ہوں، دوسرے وہ عورت جو اس حالت میں رات گزارے کہ اُس کا شوہر اس سے ناراض ہو، تیسرے وہ دو بھائی جو آپس میں ناراض ہوں۔

ف : مذکورہ چاروں احادیث میں سات افراد کا تذکرہ کر کے اُن پر مختلف عنوانات سے وعید ذکر کی گئی ہے۔

(۱) ایسا امام جس سے اس کے مقتدی ناخوش ہوں اور اُسے ناپسند کرتے ہوں۔ اس سے مراد وہ امام ہے جس کی ناپسندیدگی کی وجہ کوئی دینی و شرعی خرابی ہو مثلاً یہ کہ وہ بدعات میں مبتلا ہو یا فسق و فجور کے کاموں کا شکار ہو، یا مسائلِ نماز سے جاہل، اگر ناپسندیدگی کی محض کوئی دنیوی وجہ ہے تو اس صورت میں امام کے لیے وہ وعیدیں نہیں ہوں گی جو احادیث میں ذکر کی گئی ہیں۔ پھر ناپسندیدگی بھی اکثریت کی معتبر ہوگی، کسی ایک آدھ فرد کی نہیں۔

(۲) ایسی عورت جو اِس حالت میں رات گزارے کہ اُس کا شوہر اُس سے ناراض ہو۔ اس سے مراد وہ

عورت ہے جو خاوند کی نافرمان ہو اور اُس کا حق الخدمت ادا نہ کرتی ہو اسی وجہ سے اس کا شوہر اس سے ناراض ہو۔

(۳) وہ غلام جو اپنے مالکوں کو چھوڑ کر بلا کسی شرعی عذر کے بھاگ جائے۔

(۴) وہ شخص جو اذان سن کر بلا کسی شرعی عذر کے مسجد میں نہ آئے۔

(۵) وہ شخص جس کی عادت یہ ہو کہ نماز کو اُس کا مستحب وقت ٹلا کر پڑھتا ہو۔

(۶) وہ شخص جو کسی آزاد آدمی کو غلام بنالے۔

(۷) وہ دو بھائی جو بلا کسی شرعی وجہ کے آپس میں ناراض ہوں۔

احادیثِ مبارکہ میں جو فرمایا گیا ہے کہ ان کی نماز کانوں سے تجاوز نہیں کرتی یا ان کے سروں سے بالشت بھر بھی بلند نہیں ہوتی یا اللہ تعالیٰ ان کی نماز قبول نہیں فرماتے۔ ان سب کا مطلب (واللہ اعلم) یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان کی نماز پر جو اجر و ثواب ملنا چاہیے وہ نہیں ملتا۔

یوم تاسیس جامعہ اشرفیہ

فضلاء جامعہ اشرفیہ توجہ فرمائیں

جامعہ اشرفیہ اپنے فضلاء کی علمی، مذہبی اور ملی خدمات کے حوالے سے ستمبر 2006ء کی 10,9,8 کو ایک سہ روزہ کنونشن منعقد کر رہا ہے جس میں شرکت کے لیے 1947ء سے لے کر 2005ء تک کے فضلاء کو مدعو کیا گیا ہے، اس اجلاس میں شرکت اور پھر اس میں مقالات پڑھنے والے فضلاء سے التماس ہے کہ وہ 15 جولائی 2006ء سے پہلے پہلے اجلاس کے کنوینئر مولانا حافظ زبیر حسن سے رجوع فرمائیں تاکہ پروگرام کے مطابق ان کے اسماء کو شامل کیا جا سکے۔ شکریہ

اے خدا ایں جامعہ قائم بدار فیض او جاری بود لیل و نہار

(حضرت مولانا) محمد عبید اللہ (دامت برکاتہم)

مہتمم جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ، لاہور

فون : 7552772 فیکس : 7552986

موبائل : 0300-8494782

دینی مسائل

﴿ جمعہ کی نماز کا بیان ﴾

نمازِ جمعہ کے چند مسائل :

مسئلہ : بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی نماز پڑھائے اور اگر دوسرا پڑھائے تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ : خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا مسنون ہے۔ خطبہ اور نماز کے درمیان میں کوئی دُنیاوی کام کرنا مثلاً کھانا پینا وغیرہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر اِس میں زیادہ وقت کا فاصلہ ہو جائے تو خطبہ کا اِعادہ ضروری ہے۔

کسی دینی کام مثلاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فاصلہ مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر وضو نہ رہے اور وضو کرنے جائے یا خطبہ کے بعد معلوم ہو کہ اِس کو غسل کی ضرورت تھی اور غسل کرنے جائے تو کچھ کراہت نہیں اور نہ ہی خطبہ کے اِعادہ کی ضرورت ہے۔

مسئلہ : اگر کوئی مسبوق قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھتے وقت یا سجدہ سہو کے بعد آکر ملے تو اِس کی شرکت صحیح ہو جائے گی اور اِس کو جمعہ کی نماز پوری کرنا ہوگی، ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : جس شخص پر جمعہ پڑھنا واجب ہو وہ اگر سفر کے لیے شہر سے نکلے خواہ وہ سفر شرعی مقدار کا ہو یا اِس سے کم ہو اور زوال سے پہلے شہری آبادی سے نکل جائے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ زوال سے پہلے اِس پر جمعہ فرض نہیں۔

زوال کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنے سے پہلے اِس کے لیے سفر پر نکلنا مکروہ تحریمی ہے سوائے اِس شخص کے جو اگر جمعہ پڑھے تو اِس کے ساتھی روانہ ہو جائیں گے اور اکیلا رہ جائے گا اور اکیلا جانا اِس کے لیے ممکن نہیں ہوگا۔

متفرق مسائل :

(۱) مقتدیوں کو پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھ کر اور دوسرے میں ہاتھ چھوڑ کر بیٹھنا بے اصل اور بدعت ہے۔ دونوں خطبوں کے دوران حالت تشہد میں بیٹھنا مستحب ہے اور دونوں خطبوں میں ہاتھ رانوں پر ہی رکھے۔ یہ نشست صرف مستحب ہے ویسے جس طرح چاہے بیٹھ سکتا ہے۔

(۲) معذور کے لیے جمعہ کی جماعت ختم ہونے کے بعد ظہر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اِس سے پہلے مکروہ تنزیہی ہے، البتہ عورتیں ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھ سکتی ہیں۔

(۳) معذورین کے لیے جمعہ کے وقت میں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور ظہر کے لیے اِن کا اذان و اقامت کہنا بھی مکروہ ہے۔

(۴) اذانِ اول کے بعد مسجد نہ جانا اور خرید وفروخت میں یا کھانے پینے میں مشغول ہونا بلکہ کسی اور دینی کام میں مشغول ہونا بھی جائز نہیں۔ البتہ مسجد جاتے ہوئے راستے میں رُکے بغیر آپس میں کچھ خرید وفروخت کی یا چلتے ہوئے کچھ کھایا تو وہ منع نہیں۔ لیکن احتیاط اِسی میں ہے کہ ایسا نہ کیا جائے۔ اذانِ اول کا وقت زوال ہوتے ہی ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ نماز کا وقت شروع ہوگیا ہے اور اِس پر اُمت کا توارُث چلا آیا ہے۔ لہٰذا اذانِ اول کو اِس کے اصل وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں۔ اذان اول کے بعد نماز کی تیاری کر کے مسجد میں پہنچ جائے، بہتر ہے کہ پہلے سے تیاری مکمل ہو۔

(۵) جمعہ کی نماز ہر موسم میں اول وقت ادا کرنا مستحب ہے۔

(۶) خطبہ کے دوران خطیب سامنے کی طرف متوجہ رہے، دائیں بائیں متوجہ نہ ہو۔

(۷) اگر کسی نے جمعہ ہونے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی خواہ وہ معذور ہو یا نہ ہو پھر اُس کا اِرادہ ہوا کہ وہ جمعہ کی نماز پڑھ لے اور جمعہ کی طلب میں چلا تو اگر اِس کو امام کے ساتھ جمعہ مل گیا تو وہ جمعہ پڑھ لے اور اِس کی ظہر کی نماز نفل بن جائے گی۔ اور اگر وہ ایسے وقت میں گھر سے نکلا کہ امام جمعہ کی نماز پڑھا رہا تھا لیکن اِس کے پہنچنے سے پہلے وہ نماز سے فارغ ہوگیا تو اِس کی پڑھی ہوئی ظہر باطل (یعنی نفل) ہوجائے گی اور اِس کو ظہر کی نماز دوبارہ پڑھنا ہوگی۔ اور اگر وہ گھر سے اُس وقت نکلا جب امام جمعہ کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا تو اِس کی ظہر کی نماز نفل نہیں بنے گی بلکہ قائم رہے گی۔

اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲۶؍فروری کو جناب حافظ فرید احمد صاحب کراچی سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔ جامعہ کی تعمیراتی و تعلیمی سرگرمیوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔

۲۶؍فروری کو بعد از نماز عشاء حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم کے صاحبزادے جناب مولانا عبدالحق بشیر صاحب گجرات سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے، رات قیام کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

۱۹؍مارچ کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ''صفہ ٹرسٹ لاہور'' کی ساتویں سالانہ تقریب میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے اور بیان فرمایا۔

۲۲؍مارچ کو جناب انجینئر اختر علی شیخ صاحب تعمیرات کے سلسلے میں جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور مشاورت ہوئی۔

۲۶؍مارچ کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ''اقرأ مدینۃ الاطفال'' کی سالانہ تقریب میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے اور پروگرام کے اختتام پر خصوصی دُعا کی۔

۲۷؍مارچ کو جناب شیخ نجم الدین صاحب جڑانوالہ سے حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کے پاس تشریف لائے، مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی، صبح کا ناشتہ کیا اور بعد ازاں واپس تشریف لے گئے۔

۲۸؍مارچ کو حضرت مہتمم صاحب صبح دس بجے سردار چیل بلال گنج کی ''اسلام مسجد'' کی سنگِ بنیاد کے لیے تشریف لے گئے۔

۲۹؍مارچ کو سورج گرہن ہوا۔ تمام اساتذہ اور طلباء نے ''صلوٰۃ کسوف'' ادا کرتے ہوئے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو زندہ کیا، والحمدللہ۔

۳۰؍مارچ کو جناب یامین صاحب پراچہ دیگر احباب کے ہمراہ جامعہ تشریف لائے، حضرت مولانا

سیّد محمود میاں صاحب سے مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی اور بعد ازاں تشریف لے گئے۔

۴/اپریل کو جمعیت طلباء اسلام پاکستان کے صدر جناب مولانا عبدالغنی صاحب ایڈووکیٹ اور جنرل سیکرٹری نشر واشاعت جناب نصیر احمد صاحب بنوں سے تشریف لائے اور مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی۔

۱۱/اپریل کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب رسول پارک کی مسجد کی سنگ بنیاد کیلئے تشریف لے گئے اور حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب مدظلہم کے اصرار پر حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے اختتامی دُعا کرائی۔

۱۸/اپریل کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے بخاری شریف کی جلد اول کی تکمیل کرائی، **والحمد لله علی ذالك.**

اِسی دن انجینئر جناب اختر علی شیخ صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور مسجد حامد تک پینے کے پانی کی فراہمی کے سلسلے میں مشاورت ہوئی۔

۱۹/اپریل کو جناب ڈاکٹر نعیم الدین صاحب اور جناب سید فرید احمد صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے۔ جامعہ کی تعمیراتی و تعلیمی سرگرمیوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔

۲۰/اپریل کو حضرت مہتمم صاحب براستہ پشاور حضرت اقدس مولانا عزیز گل صاحب کاکاخیلؒ کے سلسلے میں ''اسیر مالٹا کانفرنس'' میں شرکت کی غرض سے دار العلوم شیر گڑھ تشریف لے گئے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دار الاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (ادارہ)